

6600 n

نمبر ۱۲۱

مقدمه

الفتح تان
نورین

جلد

مصنفه

میرزا حیرت دہلوی

بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

قیمت سالانہ معصودہ کی حد

ماہواری پابرجو

درمطبع می واقع علی بطبع متن متعین جان

جلد حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ میر

طوفان بے تیزی کے آگے اس کی کوشش کارگر نہیں ہوتی اور پھر اس وقت بے پائاس اس نے اپنا پہلو بچایا اور اس الزام کو کجباری سے اہلیت کی روایتوں سے گریزی ہے اس نے اپنے اوپر ہمیشہ کے لئے لینا قبل کیا مگر اپنی کتاب میں زیادہ غلطیوں کا انبار لگانا اچانک جاتا۔ اسی بنا پر اس نے خاندان بنی امیہ کی روایتوں کو نہیں لیا اور اگر وہ ایک روایتیں بیان ہی کی ہیں تو وہ بھی معمولی طور پر کیونکہ بنو امیہ میں ہی وہی کشتن بائی جاتی تھی جو قسوق مخالف میں تھی اور یہی بہت بڑی وجہ ہوئی کہ جب بخاری ترتیب دی گئی ہے بنو امیہ کا خاندان برباد ہی ہو چکا تھا اور بنو عباس کے عروج سلطنت میں بنو امیہ کا نام لینا بہت بڑا جرم خیال کیا جاتا تھا جب بخاری کی ترتیب ہو چکی ہے تو اس کے پوری نصف صدی بعد ان روایتوں کی ترتیب ہوئی جو جمع البدین طبری اور کلبی وغیرہ کتب میں پائی جاتی ہیں۔ یہ تو کبھی نہیں کہا جاسکتا کہ قبضہ بدلتی کی ان یا ان جہی اور کتب میں ترتیب ہوئی ہے وہ سب کی سب غلط ہوں نہیں بلکہ ان میں بہت سی روایتیں صحیح ہی ہوں گی مگر کوئی حکم ان کے پرکھنے کی ہمارے پاس نہیں ہے اسی طرح سنیوں کی کتابوں کی روایتوں کے پرکھنے کا کوئی معیار نہیں ہے تاہم بہت سے سرورایت کو پرکھا جاسکتا ہے اور جہاں تک ہمارا خیال ہے محقق کو سخت جانچنے کے بعد سی کامیابی ضرور ہو سکتی ہے اسرار الرجال کا علم اس قدر ضرور کر سکتا ہے کہ روایت سے جانچنے میں وہ ہمارا رہنما بنے اور ان وقتوں کو دور کرے جو ہمیشہ اسی حالت میں آئے کھیل ہو جاتی ہیں۔ اور اگر صرف ہمارا الزام پر تاکید کر لیں گے تو ہمیں سخت سخت شکلات کا سامنا ہوگا۔ اب ہر ہمیں اسرار الرجال کے ساتھ تاریخ کا ایک نمونہ ترتیب دیتے ہیں گا مثلاً اسرار الرجال نے ایک راوی کے تقا اور غیر تقا ہونے کی شہادت دی مگر شکال تو یہ ہے کہ ہمارے پاس اس شخص کے کامل سوانح عمری کہاں ہیں۔ جہاں تقا اور غیر تقا کہتے ہیں نہ اس کے کاناہیاں کی سیر خبر ہے اور ہم اس کے حالات سے کما بینتی واقعہ میں اور نہ یہ جتا سکتے ہیں کہ وہ جس بادشاہ کے نادر میں تھا۔ معاملات سیاسی کا اس پر کتنا اثر تھا اور وہ مسلمانوں کے کس گروہ کا مذاق زیادہ رکھتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ علماء اسلام کے واقعات زندگی بہت کچھ بیان ہوئے ہیں ابن خلکان نے ایک حد تک اس معاملہ کو بڑی کامیابی حاصل کی ہے اور کشف الغنون نے علماء کی تصانیف کی تحقیق میں بڑی حد تک اسلام کی قابل تعریف حد انجام دی ہے مگر یہی راوی کے واقعات زندگی کی سچی تصویر انار سے میں چھ صنف قاصر رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہایتوں میں اسرار الرجال کے مرتب ہونے کے بعد ہی سخت اختلاف رہا ہے۔ کوئی اصلی عبادہ روایت کے پرکھنے کی روشنیہ محال سنگے دستی اور نہ خارجی نہ معمری۔ سب ہی اس میں قاصر ہے اور سب ہی نے اس میں ناکامی آزمائی اگر واقعی کوئی عیار نکل آتی تو شیخ سنائی کا سبب جگہ اٹھتا اور یہ فروعی اختلاف جس نے اصول کا کھلم کھلیا ہے باطل جاتا ہے۔ اس تحریر سے میری یہ غرض نہیں ہے کہ روایتوں اور صدیقیوں کا سارا اور فردی ادنا قابل تسلیم ہے بلکہ میرا اصلی منشا یہ ہے کہ کبھی کوئی روایتوں کی انجانے کے بعد ہی سب ہی اچھڑ چکی آتی ہے اور کسی زمانہ میں ہی وہ وہاں وہاں کا پانی الگ نہیں ہو سکا۔

حالات بلا سبب صحابہ کے آگے فرماتے۔ نہ وہاں کسی سکہ بحث تھی اور نہ ٹکرائی اور ایک عجیب سادہ مذہب تھا خدا کو ایک مانا اور محمد کو اس کا بھتیجہ نبی جانور و آخرت پر ایمان رکھو نماز پڑھو نہ کو آدھ دو سال بہر میں ایک مہینہ نہ دوسے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو عام میں ایک بار حج بیت اللہ کرنا اور میں نہ یہ روایتوں کا طوفان تھا اور نہ نفی میں بیگ نکلتی تھی اور جس طرح بعد ازاں روایتوں کی کثرت ہو گئی اور فقہاء کی بغلوں کے ابواب کھل گئے ایک بات یہی تھی کہ وہاں کیوں کی نہ کیفیت تھی جو ہم نے اور مختصر کچھ بیان کی تھا کہ اس لیے لیجئے انہوں نے نئی نئی صورتیں فرض لیں اور ان ہی میں سے وضو کو مستحکم کیا۔ یہاں تک جو محض اپنی ذاتی رائے سے انہیں طول دیا اور وہ وہ ایک مسائل نکالے کہ جو کسی حال میں ہی قائم رکھتے تھے۔ چوں کہ انہوں نے اپنی ذاتی رائے کو دخل دیا تھا اس لئے اختلاف ہوا اور اختلاف ہی اس سے کہ کوئی انقطاع فیصلہ کسی بات میں علوم ہی نہیں ہوتا۔

حضور انور کی تعلیم عجیب غریب تھی۔ وہی لفظ کہنے کا اثر صحابہ پر اس قدر پڑا تھا کہ وہ معمولی باتوں کے دیانت کوئے میں نہ اندر کو آتا ہی تکلیف نہ دیتے تھے اور بات یہی تھی کہ اس جلیل القدر شہنشاہ کے سامنے کس کی مجال تھی جو کوئی بات بھی بلا وضو نہ آئے اولیٰ کی نکال سکتا۔ صحابہ اور رسول کریم کا برتاؤ یہ تھا کہ صحابہ طبع وضو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اس طرح آپ بھی کر لے لگتے تھے اور حضرت نے کبھی اس کی تشبیح نہیں فرمائی کہ لیر زبان ہے اور وہ تہ ہے۔ اسی طرح حضور مانہ نماز پڑھتے تھے اور صحابہ طبع آپ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھتے تھے پڑھتے لگتے تھے حضور انور نے حج کیا اور صحابہ نے بھی کئی طرح اعمال اور کئے کسی مجال نہ تھی کہ حضور انور سے سوال کرتا اور کہیں نہ صحابہ کی بابت دریافت کرتا نہ خود آنحضرت کو ان سے اس کے سہماے کی کوئی ضرورت تھی یہ ساری باتیں معاشرت سے تعلق رکھتی تھیں اور غرض مذہب سے انہیں کچھ بہی تھی نہ تھا اگرچہ فقہاء انہیں کچھ مان کے مذہبی جامہ پہنا دیا ہے مگر شیعہ اسلام اس سے باطل مبرا ہے اور اس سے ایسی باتیں اور اس کے مذہبی گویوں کو کبھی وضو کی غرض سے نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس کی تشریح نہیں فرمائی کہ وضو کے فرض میں چھ می یا چار ہیں اور یہ فرض نہیں کیا گیا تھا یہیں احتمال ہے کہ کوئی شخص غیر مولاات کے وضو کر لے اور اس وقت وضو نہ پانہ رہنے کا حکم کیا جائے۔ اور اشارہ اللہ صحابہ اس قسم کے فضائل انہوں کو بھی دریافت ہی نہ کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے کسی قوم کو بہتر نہیں پایا۔ انہوں نے حضور انور سے وفات تک وضو نہ کر کے دریافت کئے جو قرآن میں مذکور ہیں۔ ان مسائل میں سے یہ ہیں کہ حج کے ماحرام میں لڑنے کا حکم دریافت کرتے ہیں کہ میں نے اس مہینہ میں لڑنا نہ ہے و بیٹوںک عن الشہداء انحرام قتال فیہ کل قتال فیہ کبیر۔ اور حج کے بعض احوال دریافت کرتے ہیں۔ و بیٹوںک عن الحبص

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ صحابہ وہی امور دریافت کیا کرتے تھے جو مفید ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا قول ہے وہ امور مت دریافت کرو جو ابھی ہوئے نہ ہوں اس لئے میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

وہاں تو غضب یہ ہوا کہ جب تک وہ زندہ ہے اسے آپ سب کو شتم رہا اور جب ان کی وفات ہو گئی تو یہی ان کو بھانڈا چھوڑا اور اس بات کا تاثر نہ کیا یا کہ ان کی قبر پر بھیجی۔
 اس کے بعد اس نے طلبہ کے بہت دھمکے کیا ہوں پہنچی میں موت کا ایک حکایت بیان کرتا رہا جس سے مداح ہو گا کہ ہماری روایتوں میں مشرقی فساد کا رنگ کس قدر ہے اور بن لوگوں نے یہ روایتیں گزری ہیں انکی دلیغ کس قدر کماتا اور وہ کس ظلمت کے تھے حضرت امام ابو حنیفہ علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے یعنی آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن غلام کو جو مجھے بھلا تو ہو گا ایک عادی میں ہوا میں نے اسے مورد کی ایک کتاوتی میں لٹا دیا اس کا نام اس پر ہی رکھا کہ وہ کتا کی آواز میں نہیں جب میں قریب گیا تو میں نے دیکھا کہ غلام نے کتا کو دھک دیا اور کتا نے اس پر حملہ کیا ان ہی کتے نے روشنی کی گئی ہے اتنے میں نے نہیں دیکھا بلکہ وہی پہاڑی ہو گیا ہوا ایک کتا ان کے پیچھے سے بھیڑی صورت دکھانے کے بجائے طلبہ آمر و سزا میں سے ایک کے پیچھے دی سزا ہی ہے تمام ہی کتے روئے یہ روایتیں ہیں جو نہایت وثوق سے بیان کی جاتی ہیں اور یہ واقعات ہیں جن میں نسل کلام مذکور کے تھیں کیا جاتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت امام حسین علیہ السلام کے گھاتے کا ہوا چہین لینا اور حضرت جبرائیل کا ہزار بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس پہنچے کرنا اور بہوٹے سے وحی محمدی صلوات اللہ علیہ وسلم کو دینا یہ روایتیں ہیں جو مخالف فریق میں بتائے گئے ہیں جاتی ہیں اور ان کا منکران میں شہر کرنا لا کا فرگنا جاتا ہے۔

ہو اتنی کا بیوقوفان بے تدبیری ظاہر ہوا تھا اور یہ غضب تھا جو اسلامی دنیا میں ہوا تھا اس تلخ فریبی حداد پر کتب مکتوبہ سے کہ جتنی روایتیں ہیں ان کی جاتی ہیں میں بنی ایک بھی صحیح نکلے ہم سے کہ ازواج پاک اپنے ان تعلقات کو بیان کریں جو ہمہ اندر کے ساتھ تھے یا حضرت ابو اپنے ازواج پاک کے اندر وہی تعلقات کا اظہار کریں جیسے آیات نے تقدیر ہی ہوا اور اولاد لاکھوں کہ فریقہ اس دلت کسی سلسلہ میں اپنی طرف سے اجتہاد کرنا تھا جب تک کوئی حدیث نہیں ملتی تھی اور جب اسے کوئی حدیث ملتی تو پھر وہ اپنی رہنے سے دست بردار ہو جاتا تھا۔ مگر وہ یکنایہ ہے کہ حدیث کے صحیح اور غیر صحیح ہونے کی پرکھ باطل اس کی ذاتی تحقیق اور اس کے ذاتی فیصلہ پر موقوف تھی۔ ایسی بہت سی حدیثوں کا پتہ لگتا ہے جو ہم فقہائیں مختلف فقیہ میں یعنی ایک فقیہان حدیث صحیح صحیح مانتا ہے اور دوسرا غیر صحیح اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی تحقیق ہر ایک کی خالی ہے اس کا ایک ایک فیصلہ خود ہونا چاہیے ہے۔ اس اگر ان تمام فقہاء کی مافی ہوئی حدیثوں کو مدخل اس کے آگے پیش کر کے ان کی حدیثوں میں اسے توئی ہزار شکل سے ایک روایت صحیح نکلے گی۔ قرآن کی سادہ تعلیم خود اس باطل کی تائید ہے کہ حدیث صحیح اس کا کلام کسی کی کسی متناقض آگے واقع ہوئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں حدیث صحیح کی حدیث ہے کیا وہ اسلام کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے کیا اس کا ایک اسلام میں حدیث ان کا منہ سے نکلے کہ اس کی گزری اور فوٹو شدت کی تابعدار سے بھی وہ تہہ نہ تھے اور یہاں تک کہ ان کی فزنی

اپنے علماء کو مصدقہ نہیں تسلیم کرتا حضور ان پر ان لاکھوں روایات کا اثر پڑا جو عام طور پر اسلامی ممالک میں رائج تھیں اور اگر انہوں نے نہایت نیک نیتی سے حدیثوں کا انتخاب کیا ہے تو اس میں کچھ نہ کچھ کسر باقی رہ گئی اور جس کسر کو وہ نہ تسلیم کرتے تھے اور بسبب اس کے کہ وہ اسلام کے سچے پیروار تھے انہیں انہیں انہیں یقین اپنی جمع کردہ احادیث پر نہ تھا۔

حضرت امام احمد، حلیہ الرحۃ کی وہ حکایت مشہور ہے کہ جب خلیفہ ہارون الرشید نے آپ سے کہا ہے کہ میں موطا کو کعبہ کے دروازہ پر لٹکا کے عام حکم دیدیتا ہوں کہ کل مسلمان اسی کو نہ ہیں اور اسی پر عمل کریں تو آپ نے محض اس ذرا سیانہ عشق کی وجہ سے جو آپ اسلام اور اپنے اسلام سے رکھتے تھے یہ تسلیم نہیں فرمایا اور کہنا اسے امیر المؤمنین یا سنا نہ کر سکن ہے کہ اور لوگوں کے پاس اس سے صحیح زیادہ احادیث پہنچی ہوں اور وہ ان پر عمل کرے ہوں مبادا اس کتاب کی اشاعت سے انہیں صحیح احادیث ترک کرنی پڑیں۔

یہ شان نبی ہمارے علماء نے کرام کی اور یہ نیک نیتی نبی جس کی نظیر اور کسی قوم کے علماء میں ملنی ممکن نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ انتظامی طور پر یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ رسول اللہ کی حدیث ہے کیوں کہ آپ نے خود رسول کریم کی نبی کچھ سننا تھا کہ اس یقین پر تھا بلکہ آپ کو راویوں کے ذریعہ سے کچھ پہنچا تھا اسلئے آپ کسی صورت سے بھی کسی ایک حدیث کو قطعی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں کہتے تھے۔

عقلاً ہی بسبب اس فطری کمزوری کے جو انسان میں روز ازل سے ودیعت ہوئی ہے بہت سے مقامات پر اپنا پہلو ان غلط روایات سے نہیں بچا سکے مثلاً سنی کے مسائل میں حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات اور ہمسائیہ کی ہاکی اور ناہاکی کے بارے میں آپ کی شہادتیں جو حضرت امام شافعی علیہ الرحۃ نے نقل کی ہیں یہی پہچان نہیں ہو سکتیں حضرت بی بی عائشہ کے زمانہ نبوت میں بکثرت صحابہ موجود تھے اور طویل القضاہ بھی مدینہ منورہ سے کہیں باہر چلے نہیں گئے تھے ہر بہرہ میں نہیں آتا کہ کسی خلیفہ یا کسی صحابی نے توسنی کی ہاکی اور ناہاکی کے مسائل نہیں بیان کئے اور آپ ہی نے اس کے پاک ہونے کی نسبت فیصلہ کیا حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ محمود و مسعود میں قرآن مجید میں ازواج پاک کے پردہ کرنے کا حکم آگیا تھا اور منع کر دیا گیا تھا کہ کوئی صحابی درنا نہ دھلائے اور کسی بی بی سے بات کرے بلکہ کوئی خیر یعنی دینی ہوا کرے تو دروازہ کے باہر کھڑے ہو کے دیانت کر لیا کرے جب قرآن مجید میں یہ حکم آچکا تھا تو وجہ وصال رسول کریم جس پر پورا عمل درآمد ہو نا ہی لازمی تھا اور بیشک ہو ابھی ضرور یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ کسی صحابی نے یہ نا پاک مسائل ہمہ ہی میں حضرت بی بی عائشہ سے دیانت کئے ہوں اور آپ نے اس کا ایسا صاف جواب دیا ہو جو فقہ کی کتاب میں موجود ہے۔ اور وہ جواب ایسا ہے کہ اسے نقل کرنے ہی شرم آتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ فقہاء کو ایسے مسائل کو تنبیج کرنے کی ضرورت پڑی ہوگی لیکن انہوں نے اپنی رائے یا اپنے اجتہاد کو قوی بنانے کے لئے ان غلط مشہور شدہ روایاتوں میں ایک روایت لے کے پیش کر دی ہو جو فرق مخالف ابتداء سے سنیں مجہری سے مشہور کیا گیا ہے۔

اور انہیں اس روایت کو اپنی تائید میں پیش کر لے جس کوئی قناعت نہ معلوم ہوتی جو یہ ساری باتیں ممکن ہیں
 اذنی ہی طرح سے ہوئیں اور ہماری وجہات کو دیکھ کے ہر شخص ہماری تائید کر لگا۔ کسی اجتہاد سی مسئلہ میں اختلاف
 ہونا کوئی فہم معنی بات نہ تھی اور کبھی سطح استنباط مسائل میں اختلاف ہونا لازمی تھا مگر حدیثوں کی بنا پر جن فقہی
 مسائل کا رد و تھما ہے ان میں اختلاف ہونا ضرور اس امر کی دلیل ہے کہ اصل روایتوں کو تسلیم نہیں کیا گیا تھا
 عام طور پر ایک سخت غلط فہمی چلی آئی جو اور کم دینش سے سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن مجید ۷۶
 یا ۷۷ فرقوں کا اسلام میں ظہور ہوا ہے مگر یہ بات ہرگز نہیں ہے قرآن مجید کسی اختلاف نہیں ڈال سکتا اگر
 قرآن مجید کی عبارت میں یک کیفیت ہوئی کہ اس سے ہزار ہا معنی پیدا ہونے لگے پہلے قرآنی مسائل میں صحیح
 باہم اختلاف کرتے اور کوئی ایک آیت کے کچھ معنی لکھاتا اور کوئی کچھ نہیں مگر جہاں تک قرآن مجید سے پایا جاتا ہے قطعاً
 راشدین کے زمانہ تک قرآن کے سمجھنے میں حقیقی اختلاف نہیں تھا اور سب اس کے اصلی معنی سمجھتے تھے مگر جوں
 جوں رعایتوں اور حدیثوں یا آثار کی کثرت ہوئی قرآن مجید کی آیتوں کے معنی میں اختلاف پیدا ہو گیا اور نتیجہ یہ
 ہو گیا کہ کئی فرقے ہو گئے اور ان میں کشیدگی بے انتہا بڑی لگایا کہ ایک دوسرے کو جہنمی کہنے لگا۔

کبھی باہم اختلاف کی اپنی تائید نہیں ہوتی جس میں یہ معلوم ہو کہ ایک قرآن کی آیت کا کچھ مطلب سمجھا اور دوسرے
 نے کچھ دوسرے سمجھا ہے کہ باہم سال میں گفتگو ہوتی تھی اور ہر طرف گفتگو بعض اوقات سخت تیز اور جوش آمیز ہو جاتا تھا مگر
 خاتمہ کلام پہ پہنچا جم دی فریاد نہ کی جاتی تھی اور وہاں ہی اس جوش کا اثر نہیں رہتا تھا۔ قرآن مجید کی بے تعدد
 تفاسیر کئی تھیں اور بہت سی تفسیریں مگر عجیب غریب ہیں اور قرآن مجید کا اعلیٰ مفہوم ثابت کرتی ہیں مگر سب میں
 کچھ کچھ رنگ آن روایات کا پایا جاتا ہے جو صحیح ہوں یا غلط عام طور پر مشہور ہو گئیں تھیں مگر بعض تفاسیر نو
 ایسی ہیں جو سراسر رنگ میں رنگی گئی ہیں اور بہت غصے سے بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں مفسر نے قرآن مجید کی تفسیر
 احادیث سے کی ہے مثلاً تفسیر ابن کثیر جس کی بنا باطل احادیث پر ہے اور فاضل معمر نے انجیل کے الاسرار
 اسی رنگ کو بنایا ہے اس میں کبھی کبھی شک نہیں ہے کہ ابن کثیر کی تفسیر ایک اعلیٰ درجہ کی تحقیق کا نتیجہ ہے
 مگر اس بات کا کوئی حلف اٹھا سکتا ہے کہ جن احادیث سے فاضل معمر نے تفسیر کی ہے وہ اول سے لے کے آخر
 تک سب کی سب صحیح ہوں یہی طرح تفسیر طبری ہے جس میں بہت سی روایتیں اور حدیثیں ان کے معصومین کی زبان
 سے کہنے سے بیان ہوئی ہیں مگر کوئی ہی ثابت نہیں کر سکتا کہ آیا ان کے معصومین کے یہ اقوال ہو ہی سکتے ہیں یا
 نہیں اور جو حدیثیں ان کی روایت سے بیان کی جاتی ہیں ان کے راوی وہ نہ تحقیق تھے ہی یا نہیں
 جو جی وقت ہے جو تفسیر میں پائی جاتی ہے اور یہی جمیع کی ہے جس کا سلیمان ابن اثرون کا نام ہے۔

ناظر تفسیر قرآنی مجید کے مطالب سمجھنے میں جو اختلاف پایا جاتا ہے یہ قرآن مجید کا نقص
 نہیں ہے بلکہ غلط روایات کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے۔ کاش اختلاف رہتے یا اختلاف خیال ہوتا تو کسی
 اصحح آسان بھی مگر جب حدیث اور روایت کی بنا پر تفسیر کی گئی ہے تو فی حقیقت اس میں کمال کمال کی بات ہی

مشکل اس سے ہم کہتے ہیں اگر یہ بات نہیں ہے تو ہر قسم کی تفسیروں میں خواجہ اور محدثوں کی تفسیروں میں
کیوں اختلاف ہے اور کیوں نہیں ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تفسیروں کو نہیں مانتا جبکہ ہمارے کسی ہے
کہ ہر فرقہ سے قرآن مجید کی تفسیر کو تسلیم کیا جائے اور ہر فرقہ کو دخل دیا جائے اور ہر فرقہ کو ایک فرقہ سے
اپنے راویوں کے دوسرے کو تسلیم نہیں کرتا اسی لئے اس کی قرآنی تفسیر کو نہیں مانتا، علماء کے ہر فرقہ
ایک یہ بھی حدیث بیان فرماتی ہے کہ جو شخص قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ جہنمی ہے اس کے
معنی سمجھ میں نہیں آتے کاش حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر فاروق یا حضرت عثمان غنی یا حضرت علیؓ کو اس
وجہ کی کوئی قرآنی تفسیر ہوتی اور یہ ثابت ہی ہو جائے کہ ہر فرقہ میں سے قطعی ایک خلیفہ کی ہے وہ ہر فرقہ کے
وجہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اور بیشک اس وقت ہر فرقہ کے علاوہ قرآن مجید کی اپنی رائے سے کوئی
تفسیر لکھتا تو قطعی جہنمی ہوتا کیوں کہ خلفا اپنی اپنی تفسیروں میں وہی باتیں دہر کر رہے جو رسول خداؐ نے
اور انہیں اور روایات دہر کر کے کا خیال ہی نہ آتا۔ ادا یہی حالت میں ان کی تفسیر سرجھج قرح کو قرآنی حقیقت
سخت خیر ختمی اور سوادینی ہوتی اگرچہ کفر و جہنم ہی نہ ہوتا، مگر جب کہ یہ بات نہیں ہے اور ان میں سے ایک خلیفہ
کی بھی کوئی قرآنی تفسیر موجود نہیں ہے تو ہر فرقہ میں آگاہ کیوں اور کس سے کس کی تفسیر کے لئے کہ وہ
مقصود ہے نہ محفوظ ہے نہ اس پر وحی آتی ہے نہ برکتی تسلیم کیا جائے اور کیوں ہم ایسے شخص کو جہنم
جو ان کی مخالفت کرے۔ جبکہ قرآن مجید کے اصلی مطلب کے جانچنے کا ہمارے پاس کوئی حیا نہیں ہے
ہم نہیں کہہ سکتے کہ کسی مفسر نے اللہ سے لیکے والناس تک قرآن مجید کا وہی مطلب بیان کیا ہے جو
رسول کریم کا اصلی مفہوم تھا۔

اس بیان سے یہی نہیں سمجھا جائے کہ ہمارا منشا کل تفسیروں پر بحث مبنی کر کے ہے اور ہم کل تفسیر
کو ناکارہ بتاتے ہیں نہیں یہ ہماری غرض ہرگز نہیں ہے بلکہ جو ہمارا منشا ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ مفسروں سے
قرآنی وقایع اور نکات کے سمجھانے میں عیب کمال کیا ہے تاہم ہر مفسر سے فرد گزشتہ ضرور ہو گئی جو اور
کہیں کہیں مرقعہ خلافت سے متاثر ہو کے اس سے قرآن کے اصل منشا کے خلاف لکھ دیا ہے اور دلیا
ہونا بھی ضرور تھا کیوں کہ مفسر بھی اخیر انسان تھے اور انسان کے ساتھ جو کمزوری اور غور گزشتہ لگی ہوتی ہے وہ
اس کی کمزور فطرت کی وجہ سے ہے۔ ہر انسان کے ساتھ یہ کمزوری لازم ملزوم ہے اور کوئی فرد بشر اس کا
بچا ہوا نہیں ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ اس بیان سے ہم اپنے اصلی مطلب سے بہت دور چلے آئے
ہیں اور جو کچھ ہم نے احادیث اور روایات کے بارگاہ میں لکھا ہے غالباً اسی قدر کافی ہو گا جو نہ کہ ہم ایک
باب میں اس پر تفصیل بحث کریں گے اس لئے بحال سب پر گفتار کرتے ہیں۔ اور اپنا اصلی مطلب
شرع کرتے ہیں۔

عام طور پر یہ مشہور ہے کہ اہل بیت علیہم السلام سے جنت حاکمیت تھی۔ اور اہل بیت

کو ثابت کرنے کے لئے بہت سے فرضی نکتے بنائے ہیں کوئی شبہ نہیں کہ حضور انور رسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بی بی عائشہ الزہراء سے بھی محبت رکھتے تھے اور آپ کو صرف ان سے بلکہ اپنی اور لڑکیوں سے جبرک حیات میں خاست و خافت تھی۔ آپ کو اولاد کی بہت ہی آندو تھی اور بالخصوص اولاد ذریعہ کی اور چونکہ آپ کے لشک کے صغیری ہی میں وفات پا گئے تھے اور حضرت بی بی فاطمہ علیہ السلام کے دو بچے حسین موجود تھے اسلئے آپ ان ہی کو اپنا بچہ سمجھتے تھے اور ان سے پیدا محبت رکھتے تھے۔ اولاد کے شوق میں آپ نے اپنے غلام کو میا بنا لیا تھا اور آپ اس کو بچوں کی طرح سمجھتے تھے محبت کی یکانیت تھی کہ جب آپ کا صاحبزادہ ابراہیم آنا کی تدبیر کو شہری میں فوت ہوا ہے اور آپ کو خبر ہوئی ہے تو آپ بہت ہی روتے تھے یہاں تک کہ آپ کی چکی بندھ گئی تھی اس پر بعض صحابہ بے بطور غم و غم و غم میں عرض ہی کی یا رسول اللہ آپ اس قدر کیوں روتی رہی فرماتے ہیں جب کہ آپ ہمیں زاری کرنے سے روکتے ہیں تو آپ نے یہ ارشاد کیا کہ دل کے تعلقات غیبی غریب ہیں ہم نہیں درود ہمارے اول۔ وراہم۔ یا اسی قسم کے دوسری روایت کے مطابق اور الفاظ فرمائے اس سے آپ کی محبت کا جواب کو اپنے بچوں کے ساتھ ہی اندازہ ہو سکتا ہے۔ آپ رستہ چلتے چلتے چھوٹے بچوں کو پیار کر کے لگتے تھے ان کے سروں پر ہاتھ پیرتے تھے اور انہیں برکت دیتے تھے جب آپ کی کیفیت تھی تو ظاہر ہے کہ بی بی فاطمہ اور ان کے بچوں سے آپ کس درجہ محبت کرتے ہوں گے آپ حسین کو کندہ سے پر چڑھاتے تھے آپ چڑھی پڑھاتے تھے اور ان کے سب نماز اٹھاتے تھے۔ اس محبت سے ہمیں معلوم ہونا کہ اپنی ازب پر کم تو ہے تھی۔ حضرت بی بی عائشہ کا حد اس وقت تو ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ دوسری بی بی پر نسبت ان کے زیادہ توجہ فرماتے اور انہیں انکھ ہر کہ نہ دیکھتے تو تو ایک بات بھی تھی اور جب یہ امر نہ تھا تو کبھی سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ حضرت بی بی عائشہ اپنی بیٹی سے گو سوتلی ہی سی بیٹیں اور قدرتی دشمن بن جائیں گے کجشش کہ بی بی عائشہ اور اہلبیت میں بیان کی جاتی ہے محض فرضی ہے اور ایک صحیح روایت سے بھی اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ نہ حضرت بی بی فاطمہ کی یہ شان تھی کہ وہ اپنی ماں سے جتنی ہوں اور خدا واسطہ انہوں تک پر باندھ لیا ہو۔

ایک مشہور روایت چلی آئی ہے اور جسے صحابیوں نے بھی نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت بی بی عائشہ پر الزام لگایا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لیا ہے تو کل صحابہ نے تو حضرت بی بی عائشہ کی سفارش کی تھی بلکہ اسے دینے سے انکار کیا تھا مگر حضرت علی کریم اللہ وجہ نے یہ فرمایا تھا کہ رسول کیوں انکار دے دیتے ہیں حضور کے لئے اور حوٹیں موجود ہیں نہج کر لیں۔ اس رائے کو دشمنی کی جہا قرار دیا جاتا ہے اور ثابت کیا جاتا ہے کہ حضرت علی اور حضرت بی بی عائشہ میں دشمنی تھی نہج میں اس روایت سے اگر یہ صحیح بھی ہو کوئی وجہ مخالفت نہیں باقی جاتی آپ نے بہت ہی حقول کہا کہ اس قسم کے نزدیک کیا حاصل اور بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ اور نبی اگرچہ حق حوٹ بہت ہیں اور اگر فرض کر لیں کہ حضرت علی نے دل کا خزانہ نکالا تو یہ کوئی ایسی چیز روایت نہیں معلوم ہوتی جس میں بیان ہو کہ اس لئے سے حضرت بی بی عائشہ ناراض ہوتیں اور انہوں نے اس کے جواب میں یہاں تک کہا کہ جہاں میں

ایک بات ہی نہیں ہوئی، پر خواہ مخواہ اہل نیک نیتی کے قول کو دشمنی پر عمل کرنے سے کیا فائدہ ہے۔
 ادیبی ہستے معاملات قلبین ہوئے ہیں مگر سب کمزور دنیا دوں پر قائم کئے گئے ہیں، روایات کھنٹ
 بی بی عائشہ پر الزام لگا، اس الزام کی بابت رسول خدا نے صحابہ سے استمراج لیا، اس سرغلط سچے آدمی میں اس کی لغو
 بدلائل اور بیان کر چکے ہیں۔

غور سے دیکھنا چاہئے کہ حضور انور کی نبوت کا کیا منشا تھا اور آپ کن مقاصد کی تکمیل کے لئے بھیجے گئے
 تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نبوت کے صرف دو مدعا تھے ایک تو توحید خدا کی اشاعت اور دوسرے خدا کی مخلوق
 میں اتحاد و قائم کرنا، فرم کی بات ہے مسلمان ہو کے یہ کہیں کہ پیغمبر خدا، اول مدعا میں کامیاب ہو کر دوسرے
 میں اور سوائے چند مسلمانوں کے لاکھوں مسلمان منافق بہت پرست و غمن دین و ایمان رہے، یہ ایسا غلط
 امتلال ہے جو کبھی پذیر نہیں ہو سکتا اور یہ ایسا پیپی دروغ ہے جس کے لئے کسی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔
 نہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ اپنے دو دنوں مدعاؤں میں کامیاب ہوئے۔ آپ نے توحید کی اشاعت ہی کمالی
 کے ساتھ کی اور آپ نے اتحاد کی رستی میں ہی سب مسلمانوں کو بکھڑوایا، حضرت علیؓ میں حضرت خلد وق عظیم
 حضرت بی بی فاطمہؓ میں یا حضرت عائشہؓ سب آپس میں متحد تھے اور ایک کو دوسرے سے ذرا بھی مخالفت نہ تھی
 یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو خلیفہ ہونے کی آرزو تھی اور آپ کی دلی خواہش تھی کہ میں خلیفہ بنا لیا جاؤں مگر
 قوم نے مجھے پہلے حضرت ابو بکرؓ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا، حضرت علیؓ نے جب قوم کی عام رائے اس طرف دیکھی تو
 بہت خوشی سے حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بیچھ غلط ہے کہ آپ نے چھ مہینے تک بیعت نہ کی اور
 جب تک حضرت بی بی فاطمہؓ کی وفات نہ ہوئی آپ بیعت کرنے پر رضی نہ ہوئے۔ اگر بیعت کرنے میں چھ مہینے کا وقفہ
 ہو جاتا تو بڑا ہی غصہ بربا ہوتا اور ہرگز مدینہ منورہ میں امن قائم نہ رہتا اور وہ گروہ جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھا
 ضرور کچھ نہ کچھ فساد کرتا اور مگر کے اس فساد سے وحشی بدوں پر کسی کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ اسامہؓ کی مانتھی میں
 شام مہم روانہ ہوئی تھی اور جنگ آؤ مسلمانوں کی تعداد مدینہ میں بہت ہی قلیل تھی جب بدوں نے حملہ کیا تو حضرت
 علیؓ نے اس حملہ کو پس پا کر اپنے میں بہت ہی مدد دی تھی اور اخیر کل صحابہ نے ملکر اس سخت مہم کو سر کیا تھا۔ جب یہ اتحاد
 تھا تو خیال نہیں ہو سکتا کہ حضرت علیؓ نے چھ مہینے بیعت کرنے میں تامل کیا ہوا اور حضرت بی بی فاطمہؓ کی نسبت پناہی
 پر اپنی مخالفت کے لئے موقع ڈھونڈا ہوا آپ معاملات سلطنت میں بہت فرخنی اور دلی توجہ سے حصہ لیتے تھے اور
 اگرچہ وزارت یا میرمنشی کا کام حضرت حمزہؓ انجام دیتے تھے مگر حضرت علیؓ کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا
 تھا۔ بیچھ غلط ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں باغ ذک کا کوئی جگہ اٹھلا ہوا اور حضرت بی بی فاطمہؓ
 حضرت صدیقؓ سے لڑی ہوں۔ باغ فلک دراصل کوئی چیز ہی نہ تھا یہ ساری خضی کہانیاں ہیں جن پر سخی شیعوں نے
 بہت کچھ کشیدلی ہیں اور ناحق کتابوں کے ورق سیاہ کئے ہیں حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بی
 جا، اور نہ ہی نہ خیر نہیں، ذک میں اگر کچھ خاص کپڑے یا کوئی اونٹ بازہ یا کمرہ یا کلوڑتی ہی تو اس کی تعمیر ہونی ممکن

یعنی آپ کو دنیا کے مال سے کچھ خلق نہ تھا نہ آپ نے اپنی ہمارک زندگی میں کسی چیز پر قبضہ کیا تھا۔ آپ کل
 کے پیشوا ہی نہ تھے بلکہ وہابی باپ تھے اگر آپ کے پاس کچھ تھا ہی تو وہ مسلمانوں کا تھا۔ دوسرے حضرت بی بی
 خدیجہ بنت جحشؓ سے شرم خاتون عیسٰی اگر وہ فرضاً کوئی ایسی جائیداد ہوئی اور انہیں کوئی دینا جب ہی وہ نہ لیتیں انہیں
 ہرگز دنیا کی طمع نہ تھی۔ آپ پر تین دن وقت کے صاف لڑکے گزر گئے میں اور چوتھے وقت لکھنا میرا ہوا ہے اور سال
 نے سوال کیا ہے آپ نے تو نا وہ کہا نا اس سال کو وہ یا ہے آپ خود کلیف میں رہنا پسند کرتی تھیں مگر کسی مصیبت
 زدہ نہ دیکھ سکتی تھیں۔ دنیا آپ کی آنکھوں کے آگے سچ تھی آپ کو ہی فکر کا پیٹھا آپ خاتمِ مبینؐ فی موجودات کی حاکم
 ہیں۔ آپ نے کبھی حضرت صدیق اکبرؓ سے یہ نہیں کہا کہ ابو بکر تو تو اپنے باپ کی میراث لے کر مجھے میرے باپ کی
 میراث نہ بچھ دے۔ آپ حدود بھالی عرف اور غیر تھیں آپ کی غیرت عرب بہتریں زبانِ زدِ نبیؐ کے علاوہ
 نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلک اور غیر کی جائیداد میں خلفائے نصف کیا جبکہ خود ان کی حکومت وسیع حصہ زمین پر مل
 گئی تھی۔ لیکن یہ کہ فلک کوئی مقام ہو یا کوئی باغ یہ وہ غیر میں آپ نے کوئی خاص قطعہ زمین اپنے لئے سنے تو نہ
 کیا یا ہو کہ لکھنا چاہتے تھے۔ مگر نہیں کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے یہ نہیں پایا جاتا کہ کسی باغ یا جائیداد کے
 کی کوئی خاص آمدنی ہو یا آپ اپنے خرچ کے لئے لیتے ہوں حصہ۔ مسلمانوں کو پہنچتا تھا اس میں آپ بھی شریک
 نہیں اور اس کے علاوہ چیز زیادہ آتی تھی یا آپ کو زیادہ حصے ملتے تھے وہ آپ نے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیے
 تھے حضورؐ کے ہاں ہمیشہ بے وطن ۱۶ کے عمان ہوتے تھے اور آپ کا گھر حنظلہ بنے گھروں کے لئے لکھا جاتا تھا
 آپ نے گیسٹ ہاؤس کی کسی بیٹھ بھر کے نہیں کہا۔ کچھ اور دو چیزیں بھی میسر آگیا تو گو یا آپ نے بڑی پر خلقت
 کہا نا کہ کیا۔ آپ نے غار اسی کسی دن تک بیٹھ سے پھر باندھا ہے اور معینوں آپ کے حوروں میں اندھیرا ہے
 جب یہ کیفیت تھی تو کسی طرح ہی مجھ میں نہیں آتا کہ آپ کی باغ فلک یا غیر کی جائیداد سے کوئی مستقل آمدنی تھی اور
 آپ اس آمدنی کو خاص اپنے خرچ میں لائے تھے۔ کیا باغ فلک اور کس کی طبعی زمین اگر قصر و کھنجر کا ملک ہوتا تو
 ہی بی بی فاطمہؓ مسلمانوں پر قرآن کر دینا وہ ہی تو اخیر طیل القدری کی صاحبزادی تھیں ان کی ایسی چھوٹی سی طبیعت
 نہیں تھی جیسی ہماری ہے اور ہم اپنی تنگ ظرفی سے اس بنی زادی کی طبیعت کو جانچتے ہیں جس سے زیادہ بزرگ
 جس سے زیادہ فدا فی اسلام دنیا نے کسی خاتون کو نہیں دیکھا۔ باغ فلک یا حضرت رسول خدا کی میراث لینے کا
 اتنا غلیظ نہیں ہے جتنا اس روایت پر زور دیا جاتا ہے کہ جب صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت علیؓ گھر میں بیٹھے
 بیٹھے اور حضرت عمرؓ مکان پر گئے حضرت علیؓ کو کچھ لکھے میں سنی ذاتی اور اس طرح گھیسے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے پاس
 لائے اور پیچھے بیٹھی ہوئیں بی بی فاطمہؓ ہوائی علیؓ آئیں وغیرہ وغیرہ یہ بیہوشی میں جو بدبختی سے مسلمانوں کے ایک
 گروہ میں جاری ہو گئیں اور اس گروہ نے اپنے مذہب سے صرف ان کو اپنے رواج دیا کہ اپنے اپنے حصہ میں
 پر سب شتم کرنے کا موقع اٹھ لے اگر حضرت علیؓ کی جہولانہ و ہاز قیاس باتوں سے کتنی ہی تو ہیں کیوں نہ
 ہوتی ہو۔

حضرت علی بذات خود ایک جری اور سچی شخص تھے بحال نہیں رہی کہ کوئی انکے ہر کے ہی دیکھ سکتا۔ آپ بیچے بہادر بنے اسی قدر فیوہی تھے یہ ہمیں نہیں آتا کہ مکہ میں رہتی تھی دکن میں چہریت تک نامہ نہ لکھی گئی تھی۔
 دینے جائیں اور شیر و شکر جو جائیں خدا جانتا ہے کہ یہ ساری باتیں محض غلو ہیں اور پھلان باؤں کو ہر دور میں
 جو بن بہر سلمان بنے ہوئے تھے اور جو حضرت خلفائے راشدین اور مسلمانوں کے بلکہ اہل بیت کے جانی دوس
 دوستی و رشتہ تھا اور بعد ازاں ان کا اتنا زور ہو گیا کہ مسلمانوں کے ایک فوجی بے محض غلط فہمی سے انہیں تسلیم کر لیا۔
 اور پھر یہ روایتیں روج پانگئیں۔

جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت صدیق اکبر کو خلافت کے کام میں مدد دی تھی سب طرح حضرت عمر
 کو بھی مدد دی اور آپ ان کے مدارالہام بن گئے کیونکہ جب حضرت عمر بن المقدس تشریف لے گئے تھے آپ
 اپنی جائز خلافت کے ذرائع انجام دینے حضرت علی کو چھوڑ گئے تھے جب حضرت عمر بن المقدس جانے لگے ہیں
 تو حضرت علی روکتے تھے اور سچے دیتے تھے مگر جانا بہت ہی ضروری تھا چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور حضرت
 علی نے آپ کے کام کو انجام دیا اسی طرح جب حضرت عثمان غنی کی خلافت ہوئی ہے آپ اس وقت بھی مدد دی
 تھیں تھے لیکن جب آپ نے دیکھا کہ حضرت عثمان میں بذات خود اتنی بڑی خلافت کی باگ دھن ہے نہ کہ انکے
 حضرت عمر کا کرنے تھے کاش میری اس جگہ نہ جنتی قومیں ہرگز خلافت کا جو جہاد تھا تا، رہنمائی کی اسباب
 لے ہاتھوں میں نہ گئے جب حضرت علی نے یہ سارا دیکھا تو پہلو تھپی کی اس وقت نہیں کی جب تک کہ کئی کئی بار حضرت
 عثمان کو نہ سمجھا لیا مگر وہاں کوئی کامیابی نہیں دیکھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان ضعیف بہت ہی ہونے لگے
 اور ایسی ضعیفی کی حالت میں امور سلطنت کا چلانا سخت وقت تھا۔ جب تک کہ نہیں بہت دیر کے لئے گئے اور آپ
 چوں کہ مصدوم نہ تھے وہو کے میں آگئے۔ آپ کی ذاتی کوئی خفا نہ تھی اور آپ سب کو کام کیا اپنی طرف سے توانیت
 نیک نیتی سے کیا۔ آپ نے خود خلافت کی خواہش بھی نہیں کی قوم نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا اور اس سے مجبور آئے
 ضعیفی کی حالت میں خلافت کا بوجھ اٹھایا یہ صبح ہے کہ جو آپ کو اپنی خلافت میں کامیابی ہوئی وہ صرف حضرت عمر کی
 ہمدلی خلافت کا اثر تھا جب تک یہ اثر اسلام پر فتوحات میں ترقی کرتے گئے مگر جب یہ اثر کار نامہ اٹھاتا
 ہے ہر گئے اور ان فتوحات کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو نہایت ظلم و انصاف نصیب ہوئی تھی شہادت جس پر
 سے تنگ دلی بھی انھوں نے کرے گا اور اس کے افسوسک چڑیں گے۔ آپ نے اپنی کھشت بہت محی کا نام لای
 کیا اور آپ ہی کی خلافت میں بلا اور فقیہ و فیروں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی مگر آپ کو کیا معلوم تھا کہ آپ ہی کے جری
 رشتہ دار ایک دن آپ کی طاقت کے باعث ہونگے۔

اگر حضرت عثمان غنی کو یہ حال ہو گا کہ جہ و ہر کا دیا جاتا ہے تو آپ ضرور اس کا انتظام فرما سکتے تھے یہ کب
 گوارا کرتے تھے کہ آپ کی وجہ سے تمام میں خفا و پیلہ جیٹہ جو کہ خدا کا کو فہم آخا۔ اسی اطمینان سے خلا
 فہم لڑی تھی کہ کوئی نہیں بیکٹ شریعت ہوئی کہ جو تک حضرت عثمان اپنے ہی رشتہ داروں کو حال بنا کے بھیجے ہیں اسلئے

انہیں نیکیت نہیں مانتا چاہیے۔ سعید ابن العاص والے کہہ کو جب خبر لگی کہ اس طرح کوئی حضرت عثمان کے خلاف
چم چاک رہے ہیں اس نے فوراً حضرت عثمان کو اس امر کا اطلاع دی۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ ان لوگوں کے سرخاؤ
کو میرا عادیہ کے پاس بھیج دو تاکہ میرا عادیہ ان کے شکوک و رخص کر دیں۔ چنانچہ والے کو فتنے فرمایا ان لوگوں کو
معاویہ کے پاس روانہ کر دیا۔ معاویہ نے ان کی بڑی خاں داری کی اور ہر گاہ کہ تم یہی باتیں نہ کرو ان سے فساد پہلے
کا اندیشہ ہے نہیں کہہ تو اسلام کا یہی پاس دیکھا کرتا ہے یہ سن کے وہ برا درخت ہوئے اور ان میں سے ایک
شخص نے جس کا نام مصعبہ تھا اس پر معاویہ کی عین دریں ڈاڑھی پکڑ لی اور اسے قتل اور بدباری کا میرا عادیہ
نے آفت نکال دی اور حضرت عثمان غنی کو ان کی آغوش راجی کی ساری کیفیت لکھی بھی حضرت عثمان نے لکھا کہ انہیں
ہرگز سبب شتم نہ کیا جائے بلکہ انہیں واپس سعید ابن العاص کے پاس بھیج دیا جائے۔ سعید ابن العاص نے انہیں
بہت کھانا پیچ کے ہوا بھجوائے اور انہیں بتایا کہ انہیں ان باتوں سے کوئی فساد ہو گیا تو اسلام میں خونریزی
کے حق مند وار ہوں گے۔ یہ لوگ نظر نہ کر سکتے تھے کہ ان کے دلوں میں فتنہ کی آگ جلتی رہی۔ ۱۱۰ھ میں سال
۱۱۰ھ میں سعید بن مسعود نے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کیفیت عرض کی۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ
میرا ملک میرا ہے کیا میں سعید بن مسعود سے عرض کیا کہ وہ ابو موسیٰ اشعری کو چاہتے ہیں۔ آپ نے فوراً ابو موسیٰ اشعری کو
کہہ دیا کہ اس کے بارے میں اس سے زیادہ ادب کیا کر سکتے تھے آپ مسلمانوں کی بہتری چاہتے تھے اور آپ کی کوئی غرض
و خیر نہ تھی۔ ان کے غرضتہ مددوں سے خطرناک ہے اور آپ کو محبت ہوتی ہے مگر آپ مسلمانوں کے آگے کسی کی رو
سات نہ کر سکتے تھے۔ کوئیوں کے گھٹنے سے ابو موسیٰ اشعری بھی حاکم ہو گئے تھے یہی سرگوشیوں کا دوا
نہ تھی۔ ان کے ہر بیان تک نوبت نہیں کہ صحابہ میں سے چند صحابی آپ کے حکم کے خلاف نہ گئے۔ ان میں زید بن ثابت
ابو سعید خدری کعب بن مالک اور حسان بن ثابت تھے۔ یہ صحابہ اس قدر مخالف ہوئے کہ جہاد کا فتوے
دے رہے تھے۔ ہر ان صحابہ کی شان میں جو حضرت عثمان غنی سے مخالفت ہو گئے تھے کوئی سونگنی نہیں کہنے
بلکہ اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ عام افواہوں نے ان کے پیچھے کان پھرتے تھے کہ وہ بلا تحقیق بغاوت پر آمادہ
ہو گئے۔ ۱۱۰ھ جو الزامات انہوں نے حضرت عثمان پر لگائے وہ یہ تھے۔ اول حضرت عثمان نے حکم ابن العاص کو
بجائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جلا وطن کر دیا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر نے اسے گھنے ندیا
۱۱۰ھ میں واپس بلا لیا۔ دوم آپ نے مروان بن الحکم کو بائیسوں حصہ از قبیہ کے حصول کا جو پانچ لاکھ دینار سالانہ
کی آمدنی تھی وہ سب باغ و فک جو حضرت علی کے خاندان میں چلا آتا تھا وہیں کے مروان کو دیا اور عمر بن عبد العزیز
کے ساتھ مروان کی اولاد اس باغ پر قابض رہی۔ یہ الزام میں جو آپ پر نہایت فحاشی میں قائم ہوئے تھے اور
ان الزاموں کا بیان تک چم چم ہوتا کہ عبد الرحمن گندھی نے چند اشعار بھی مودون کر دیے تھے جن کا خلاصہ
اس طرح ہے خدا کی کوئی عرصہ نہ تھا کہ وہ سبے قاعدہ نہیں بنایا مگر تو نے حضرت عثمان غنی کی
کے خطاب کیا جس سے وہ سب قاعدہ بن گئے۔ تاکہ اس میں ہماری اور تیری تفریق نہ کی جائے جو دو طرفہ پھل کر

وہ ہدایت کا ایک مینار بننا گئے تھے اور کبھی انہوں نے ایک دوسرے کی قریب سے نہیں لیا۔ مذکورہ دو ہمہ تنی خوش
 نص میں صرف کیا۔ تو نے ایک عین کو اپنی ناک کا بال ناک کے گز سے سنت کے خلاف ساد اختیار کی اور پانچواں
 حصہ جو حق العباد تھا لوگوں کے گلوں پر چڑھی یہ کہے ایتنا کتبہ مالہ اس قسم کی آوازیں جن میں خوشخبری کی
 برآئی تھی چاروں طرف سے آئے لگیں اور ایک تملکہ عظیم ہر پاسہ۔ اگرچہ مذکورہ بالا اعتراض محض لغو و بے فائدگی
 میں اور وہ ایسے سنگین نہیں ہیں جو اتنی بڑی خوشخبری کے باعث ہو۔ یہ بھی روز بروز ان پر بڑے بڑے چڑھتا گیا اور
 ہوتے ہوئے یہاں تک فزیت پہنچی کہ فوٹو شاگ رت کا ظور ہو گیا

اس شہادت کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ کو ذہ۔ ۱۱۰ ہجرت قریب ایک ہزار آدمیوں کے مدینہ میں تھے
 ہوئے اور انہوں نے اپنے اپنے پسند کے خلیفہ بنائے تھے۔ بعض نے کہ حضرت علی خلیفہ نہیں اور
 کوئی حضرت زبیر کو اور اہل بصرہ طلحہ کو امیر المؤمنین بنانا چاہتے تھے۔ ماجد ان لوگوں کے داخل ہونے پر آیا
 تو حضرت عثمان گہرے باہر تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ آپ خدا پرست۔ اکثر سے ہوئے تو
 آپ نے فرمایا اے لوگو تم جانتے ہو کہ تم نبیہ لوگوں پر رسول۔ علیہ وسلم نے ہوشیاری کی ہے۔
 یہ سننے ہی وہ سب اگ بگڑ گئے۔ مدینہ کے بھی بہت سے آدمی ان کے ساتھ شریک ہو گئے اور انہوں نے
 ہونے لگی طرفین سے پھر مارے جانے لگے۔ چنانچہ اس طوفان بے تمیزی میں نبیل چننا و پھیلنے حضرت
 عثمان کو گہرے پہنچایا۔ بنے آپ کے ایک ہزار سات لاکھ آپ بیہوش ہو گئے اور آپ کے ہاتھوں کے
 لوگوں میں سے جنہوں نے قتل کیا تھا وہ یہ تھے سعد بن ابی وقاص حضرت امام حسن حضرت علی اکرم السلام علیہ
 صاحبزادے زید بن ثابت اور حضرت ابوہریرہ حضرت عثمان جب گہر میں داخل ہوئے تو اپنے ساتھیوں کے
 چلے جانے کی بابت کہلا دیا۔ چالیس یا پچاس روز تک آپ اپنے گہر میں محصور رہے جب حضرت علی اکرم
 وجہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی حالت روز بروز نازک ہوتی جا رہی ہے اور خوف معلوم ہوا مبادا مدینہ منورہ کی
 مقدس شاہراہیں مسلمانوں کے خون سے تر ہوں آپ سیدہ حضرت عثمان غنی کے پاس آئے اور کہا کہ آپ
 مردان کو موقوف کر کے کیوں نہیں فساد کو دفع کرتے۔ حضرت عثمان نے کہا میں فساد میں جانتا ہوں کہ
 تم تبریتا و منظور ہے چنانچہ آپ نے کہا کہ اول قوم مردان کو خوشی گری سے موقوف کیجئے دوسرے مردانہ
 بن ابی سرح کو مصر سے معقول کر دیجئے حضرت عثمان نے کہا کہ یہ سب معقول ہے یہ سب ہی حضرت علی اکرم
 اور لوگوں کو سچا دیا کہ تمہارے حسب منشا کام ہو گیا۔ وہ دیکھتے ہی خوش ہو گئے اور سب اپنے اپنے گروں
 واپس چلے گئے۔ حضرت علی کے جاتے ہی مردان اپنا اس نے کہا دیکھتے ہیں غضب نہ کیجئے گا آپ کے
 نہ ہو گا حضرت عثمان نے جواب دیا میں مسلمانوں میں فساد نہیں چاہتا اور علی سے وعدہ کر چکا ہوں اسے
 سے کہی نہیں پرے۔ تا لاکھ کہہ مردان نے سچا دیا لیکن حضرت عثمان نے نہ مانا اور فوراً بن ابی سرح کو
 کر دیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق کے صاحبزادے کو مصر کا عامل بنانے کے لئے ان کے ساتھ انصاف سے

کا بہت بڑا گروہ رعبانہ ہوا جب یہ گھرنے فاصلہ پر پہنچے تو انہوں نے ایک سائنڈی سوار آگیا ہوا دیکھا اس سے رات
 کیا کہ تو کہاں جاتا ہے اس نے کہا کہ میں مصر کے حاکم کے پاس جاتا ہوں محمد کے ہمراہیوں نے محمد کی طرف اشارہ
 کر کے کہا کہ حال قویہ ہو گئے ہیں اب تو کہاں جاتا ہے اس نے کہا کہ موجودہ حال کے پاس مجھے ایک خط سبب ہے
 یہ سننے ہی محمد نے اسے گرفتار کر لیا جب اس کی تلاشی کی تو معلوم ہوا کہ اس کے پاس حضرت عثمان کا مہری ایک
 خط ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جس وقت محمد تمہارے پاس پہنچے اسے فوراً قتل کر ڈالنا۔ یہ دیکھتے ہی محمد علی
 کے مدینہ واپس چلے آئے اور کل صبا پر جمع کر کے وہ خط دکھایا۔ خط دیکھتے ہی سب کے گل گئی اور ایک ٹکڑے عرفا
 چٹایا۔ سب تلے حضرت عثمان کے پاس آئے اور وہ خط پیش کیا آپ نے فرمایا کہ مہری میری ہے اور خط ہی میر
 منشی کا ہے مگر مجھے اس کا علم نہیں ہے عرض آپ نے قسم کھائی اور باطل اپنی لاعلمی ثابت کر دی صبح کو کثیر
 آگیا اور اب چوں کہ مروان ملزم ثابت ہو چکا تھا کہ صبا پر مروان کو حضرت عثمان سے مانگا مگر آپ صبح پر
 رخصتی نہ ہوئے۔ پھر کیا تھا بغاوت کی آگ جو چند روز سے دہی ہوئی تھی بڑک اٹھی اور نئے سرے سے لوگوں نے
 آپ کے مکان کو گھیر لیا جب حضرت عثمان کی جان کے لینے کے لیے بڑے دیر لگے اور حضرت علی نے اس خوف کو
 نیا دھمکوس کیا تو اپنے بڑے بیٹے حسن علیہ السلام کو دروازہ پر کھڑا ہوا اور حکم دیدیا کہ کینا کوئی شخص اندر
 نہ داخل ہونے پائے۔ اس طرح حضرت زبیرؓ اپنے بیٹے عبداللہ کو اٹھارے اپنے بیٹے محمد کو دروازہ پر پہنچا
 مقرر کیا۔ لوگوں نے اندر گھس جانا چاہا۔ تیغیوں صاحبزادوں نے روک دیا۔ ان تک کہ حضرت اباسم حسن کو اس قندچی
 جوئے کو خون میں نہا گئے قوی دروازہ کی دھمک سے کسی کو اندر نہیں گھسنے دیا۔ اخیر باغی دو دھروں پر چڑھ کے ایک ہشتا
 کے گہر میں جا گروے اور پھر حضرت عثمان کے مکان میں آ گئے۔ ان میں محمد حضرت ابوبکر کے صاحبزادے بھی تھے
 جوں ہی یہ لوگ اندر داخل ہوئے اور حضرت عثمان کی طرف بڑے آپ کے غلاموں نے مقابلہ کیا طعن
 کہہ لوگ مقتول و مجروح ہوئے اخیر سب سے پہلے محمد پہنچے اور انہوں نے حضرت عثمان کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ حضرت
 عثمان نے آہ دیدہ ہو کے فرمایا۔ بچہ، شرح نہیں آئی کہ تراباں اس ڈاڑھی کی تھری تو قہر کیا کرتا تھا اور آج تو اسے
 پکڑ کے گسیٹا ہے۔ یہ ایسے ہمارے چھتے تھے جنہوں نے جادو کا سارا کر لیا محمد ڈاڑھی چھوڑ کے پہلے قدموں کے
 پہر ایک شخص نے آگے بڑھ کے تاروا لگا دیا کیا آپ کی بی بی نے لگوا رکھا یا۔ اپنے ہاتھ سے روکنا ان کی آنکھیاں
 دہا ہاتھ کٹ گیا پہر آپ کو شہید کیا جس وقت شہید ہوئے ہیں قرآن مجید کی تلاوت دہا رہے تھے اور اس دن
 روزے سے بھی تھے۔ یہ جانکاہ حادثہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۰ ہجری کو وقوع میں آیا۔ آپ نے قریب قریب باہ سال
 تک خلافت کی آپ کی عمر شہادت کے وقت نوے سال کی تھی مرقن۔ دیکھ آپ مدفون نہیں کئے گئے۔ اخیر
 حضرت علیؓ رحمہ اللہ وجہے کو شش کر کے آپ کی تجنیز تکفین کی۔

ابھیماں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ شروع ہوتی ہے کہ آپ کے بارے میں کس قدر
 اختلاف خیال ہے اور مورخ کیا لکھتے ہیں ہم پہلے مختلف تاریخوں سے واقعات قلمبند کرے ہیں اور پھر مزید

وہ ہدایت کا ایک مینار بنائے گئے تھے اور کبھی انہوں نے ایک دوسرے کو فریب سے نہیں لیا۔ نہ کوئی دوسرا اپنی خوش
نفس میں صرف کیا۔ تو نے ایک یقین کو اپنی ناک کا بال نہا کے گزرتے سنت کے خلاف سادہ اختیار کی اور پانچواں
حصہ جو حق العباد تھا لوگوں کے گلوں پر چڑھی ہوئی کے چنا کنبہ والا جن اس قسم کی آوازیں جن میں خوشخبری کی
برآئی تھی چاروں طرف سے آئے لگیں اور ایک تہلکہ عظیم برپا ہوا۔ اگرچہ مذکورہ بالا اعتراض محض مفروضہ مسخشی
میں اور وہ ایسے سنگین نہیں ہیں جو اتنی بڑی خوشخبری کے باعث ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی روز بروز ان پر رنگ چڑھتا گیا اور
ہوسنے ہوئے یہاں تک نہایت پہنچی کہ انوشاک نہایت کا غور ہو گیا۔

اس شہادت کی محکمہ کیفیت یہ ہے کہ کوئی مذہب اور دوسرے قریب ایک ہزار آسمانوں کے درمیان میں
ہوئے اور انہوں نے اپنے اپنے پسند کے خلیفہ بنائے جیسے۔ محض تیرہ گنت تھے کہ حضرت علی خلیفہ نہیں اور
کوئی حضرت زبیر کو اور اہل بصرہ طلحہ کو امیر المؤمنین بنانا چاہتے تھے۔ یہاں تاجداران لوگوں کے داخل ہونے پہلے آیا
تو حضرت عثمان گھر سے باہر تشریف لائے اور مسلمانوں کے ہمدردانہ سب آپ خلیفہ بننے کے کترے ہوئے تو
آپ نے فرمایا اسے لوگوں کو تم جانتے ہو کہ تم پیچھے لوگوں پر رسول خدا سے علیہ السلام کی بیعت کی ہے۔
یہ سننے ہی وہ سب آگ بگڑ گئے۔ یہ سننے کے بھی بہت سے آدمی ان کے ساتھ شریک ہو گئے اور شادی
ہونے لگی۔ طرفین سے پھر مارے جانے لگے۔ چنانچہ اس طوفان بے تمیزی میں فیصل چننا دوسروں نے حضرت
عثمان کو گھر تک پہنچایا۔ پہلے آپ کے ایک پتھر یا سخت لٹکا آپ بیہوش ہو کے گھر پر گر پڑے تھے۔ زمین کے
لوگوں میں سے جنہوں نے یہ قتل کیا تھا وہ یہ تھے سعد بن ابی وقاص حضرت امام حسن حضرت علی کرم اللہ وجہہ
عاجزا دے زید بن ثابت اور حضرت ابوہریرہ حضرت عثمان جب گھر میں داخل ہوئے تو اسے سنا تب دوسروں نے
چلے جانے کی بابت کہلا بھیجا۔ چالیس یا پچاس روز تک آپ اپنے گھر میں محصور رہے جب حضرت علی کرم
وجہہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی حالت روز بروز نازک ہوتی جا رہی ہے اور خوف معلوم ہوا مبادا مدینہ منورہ کی
مقدس شاہراہ میں مسلمانوں کے خون سے تر ہوں آپ سیدنا حضرت عثمان غنی کے پاس آئے اور کہا کہ آپ
مردان کو موقوف کر کے کیوں نہیں فساد کو دفع کرتے حضرت عثمان نے کہا میں فساد میں چاہتا ہوں جو کچھ
تم تدبیر بناؤ منظور ہے چنانچہ آپ نے کہا کہ اول قوم مردان کو پیش کش کریں سے موقوف کیجئے دوسرے جہاد
بن ابی سرح کو مصر سے مائل کر دیجئے حضرت عثمان نے کہا کہ یہ سب منظور ہے یہ سب ہی حضرت علیؑ کے
اور لوگوں کو سمجھا دیا کہ تمہارے حسب منشا کام ہو گیا۔ وہ یہ سب ہی خوش ہو گئے اور سب اپنے اپنے گھروں
واپس چلے گئے۔ حضرت علیؑ کے جاتے ہی مردان آپ اس نے کہا دیکھتے جیسا غضب نہ کیجئے گا آپ کے لئے ہر
نہ ہو گا حضرت عثمان نے جواب دیا میں مسلمانوں میں فساد نہیں چاہتا اور علیؑ سے وعدہ کر چکا ہوں اس لئے
میں نے یہی نہیں پہنچا۔ لاکھ کچھ مردان نے مسخر کیا لیکن حضرت عثمان نے نہ مانا اور فوراً ابن ابی سرح کو
کر دیا۔ اور نہ حضرت ابو بکر صدیق کے صاحبزادے کو مصر کا عامل بنانے کے رد نہ کیا۔ محمد کے ساتھ افتخار ہو گیا۔

کا بہت بڑا گروہ مدعا نہ ہوا جب یہ کچھ خاصہ پر پہنچے تو انہوں نے ایک سارنڈی سوار آگیا ہوا دیکھا اس سے زیادت کیا کہ تو کہاں جاتا ہے اس نے کہا کہ میں مصر کے حاکم کے پاس جاتا ہوں محمد کے ہمراہیوں سے بھی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ حال تو یہ ہو گئے ہیں اب تو کہاں جاتا ہے اس نے کہا کہ موجودہ حال کے پاس مجھے ایک خط پہنچا ہے یہ سننے ہی محمد نے اسے گرفتار کر لیا جب اس کی تلاشی لی تو معلوم ہوا کہ اس کے پاس حضرت عثمان کا ہمراہ ایک خط ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جمع وقت محمد سے اسے پاس پہنچے تم اسے فوراً قتل کر ڈالنا۔ یہ دیکھتے ہی محمد علی بن ابی طالب کے مدینہ واپس چلے آئے اور داخل صحابہ کو جمع کر کے وہ خط دکھایا۔ خط دیکھتے ہی سب کے آگ لگ گئی اور ایک شہر و فرخا چلیا۔ سب ملے حضرت عثمان کے پاس آئے اور وہ خط پیش کیا آپ نے فرمایا کہ میری میری ہے اور خط ہی میری سنٹی کا ہے مگر مجھے اس کا علم نہیں ہے غرض آپ نے قسم کھائی اور باطل اپنی لاعلمی ثابت کر دی صیحبہ کو تیز آگیا اور اب چوں کہ مروان لازم ثابت ہو چکا تھا کہ صحابہ نے مروان کو حضرت عثمان سے مانگا لگا آپ دیکھتے پر راضی نہ ہوئے پھر کیا تھا بغاوت کی آگ جو چند روز سے دبی ہوئی تھی بڑک اٹھی اور نئے سرے سے لوگوں نے آپ کے مکان کو گھیر لیا جب حضرت عثمان کی جان کے لینے کے واسطے پہنچے اور حضرت علی نے اس خوف کو نہادہ محسوس کیا تو اپنے نرمے بیٹے حسن علیہ السلام کو دروازہ پر کھڑا کیا اور حکم دیا کہ مینا دیکھنا کوئی شخص اندر نہ داخل ہوئے پاس۔ اس طرح حضرت زبیرؓ اپنے بیٹے عبداللہ کو ادھم لے اپنے بیٹے محمد کو دروازہ پر پہنچا سوز کیا۔ لوگوں نے اندر گھس جاتا جا تا بینوں صاحبزادوں نے روک دیا یہاں تک کہ حضرت ابامحسنؓ تو اس فتنہ میں ہوئے کہ خون میں نہا گئے تو یہی دروازہ کھلا دیا اسے کسی کو اندر نہیں گھسنے دیا۔ اخیر یافعی و دیگروں پر چڑھ کے ایک ہشتا کے گہر میں جا گروے اور پھر حضرت عثمان کے مکان میں آ گئے۔ ان میں محمدؐ حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے بھی تھے جوں ہی یہ لوگ اندر داخل ہوئے اور حضرت عثمان کی طرف بڑھے آپ کے غلاموں نے مقابلہ کیا طرفین کے کچھ لوگ مقتول و جرح ہوئے اخیر سب سے پہلے محمدؐ پہنچے اور انہوں نے حضرت عثمان کی ڈاڑھی پکڑ لی۔ حضرت عثمان نے آہ یہ ہو کے فرمایا مجھے شرم نہیں آتی کہ تیرا باپ اس ڈاڑھی کی تہی تو خیر کیا کرتا تھا اور آج تو اسے پکڑ کے گسیٹا ہے۔ یہ ایسے ہمارے چھلے تھے جنہوں نے جادو کا سارا کر لیا میری ڈاڑھی چھوڑ کے پچھلے قدموں سے پہر ایک شخص نے اس کے بڑے کے تالوار کا وار کیا آپ کی بی بی نے تالوار کا دار اپنے ماتھے سے روکا ان کی انگلیاں اڑ دیا تا نکلت گیا پھر آپ کو شہید کیا جس وقت شہید ہوئے ہیں قرآن مجید کی تلاوت دیا رہے تھے اور اس دن روزے سے بھی تھے۔ یہ جانکاہ حادثہ ۱۰ ذی الحجہ ۳۵ ہجری کو واقع میں آیا۔ آپ نے قریب قریب بائیس سال تک خلافت کی آپ کی عمر شہادت کے وقت نئے سال کی تھی۔ یمن روایت کہ آپ مدفون نہیں کئے گئے۔ اخیر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے کوشش کر کے آپ کی جہیز و تکفین کی۔

اب یہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ شروع ہوتی ہے کہ آپ کے بارے میں کس قدر اختلاف خیال ہے اور مورخ کیا لکھتے ہیں ہم پہلے مختلف تاریخوں سے واقعات نقلین کر کے ہیں اور پھر ان

راستے میں گئے۔ یہ وہ واقعات ہیں جو ایک مذکورہ مسلم میں اور سافین کم درجہ کے مسلمانوں کیساتھ ہوئے۔
 بیان ہے کہ حضرت عثمان کے مکتوب ہونے کے زمانہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج بیت المقدس کے لئے
 گئی ہوئی تھیں کہ اسی انگلیں آپ کو پہنچی کہ حضرت عثمان شہید ہو گئے جس شخص نے آپ سے یہ روایت بیان
 کی اس سے آپ نے دریافت کیا کہ یہ خلافت پر کون بیٹھا اس نے جواب دیا علی مرتضیٰ یہ سنتے ہی آپ نے
 فرمایا "انا لعدو الیہما جون" اس واقعہ کا حال مکہ کے رستہ میں سنا آپ نے فرمایا کہ میں لکھ رہا ہوں کہ وہاں جاتی ہو
 مدینہ اب میرے ہاتھ کے قابل جگہ نہیں رہی۔ اور یہ مشہور کرنا شروع کروا کہ حضرت عثمان مظلوم شہید ہوئے
 اور میں ضرورتاً ان کے خون کا انتقام لوں گی۔ اس پر حبیبہ سلمان نے کہا کہ تجھے اے عائشہ پہلے تو تم یہ کیا کرتی
 تھیں اقلوا الفضل فانہ قد کفر یہ ہے روایت جو بیان کی گئی ہے جب کہ سر نہ پر اول تو کسی معتبر روایت سے یہ ثابت
 نہیں ہونا کہ قتل عثمان کی خبر سنتے ہی حضرت ابی بکر نے عائشہ سے یہ کہا ہو دوسرے بعض غلط ہے کہ ستر میں آپ کو
 یہ خبر ملی۔ آپ ابھی تک مکہ میں تھیں جب وہ سالخہ ہوا ہے۔ آپ کو سب سے پہلے اطلاع دینے پر یہ خبر دی گئی
 اور یہ دونوں اگرچہ جلیل القدر صحابہ تھے مگر خلافت کی ان کی بھی خواہش تھی اور مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ
 آپ کے بھی ساتھ تھا جب حضرت عثمان شہید ہوئے اور دفن بھی ہو چکے تو یہ دونوں حضرت علی کے پاس گئے
 تھے اور کہنا کہ آپ خلیفہ بنئے۔ حضرت علی نے خلیفہ بننے سے انکار کیا کیوں کہ حضرت علی مسلمانوں کی پہلی
 کشت کو دیکھ چکے تھے آپ نے فرمایا مجھے ہرگز منظور نہیں ہے تم چاہے جس کو خلیفہ بنا دو جب کوئی خلیفہ ہو
 جائے گا میں اس کے ہاتھ پر بیعت کروں گا طلحہ نے جواب دیا سوئے آپ کے اب کوئی خلافت کے قابل
 نہیں ہے آپ انکار نہ کیجئے اور ہم اس کیجئے تاکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
 شہید کے بعد رہی ہو گئے اور سب سے پہلے طلحہ نے بیعت کی حضرت طلحہ کا ایک ہاتھ جنگ اُحد میں ٹٹا
 ہو گیا تھا جوں ہی حبیب ابن ذویب نے یہ سنا کہ شہداء طلحہ نے بیعت کی تو انہوں نے بے ساختہ کہا انا لعدو
 انا الیہما جون کیوں کہ اول جس شخص نے بیعت کی وہ ہاتھ سے نہ اتا اب یہ امر بیعت تمام ہوتا ہوا نہیں
 معلوم ہوتا یہ کہ ابن ذویب نے بیعت کی پر حضرت نبیر نے بیعت کی۔ اگرچہ ابھی تک ایک بڑا گروہ حضرت علی
 کو خلیفہ بنانے پر مدد دیتی رہتا مگر بہرہ کی کثرت رائے آپ کی طرف تھی اور آپ خلیفہ بننے کے بعد بھی غلطی جوتے
 کی وہ یہ تھی کہ آپ نے حضرت فاروق اعظم کے صاحبزادے عبداللہ کو سترے موت دینی چاہی کیوں کہ انہوں نے
 ایرانی شاہزادہ کو قتل کر دیا تھا حضرت عثمان کے مرنے سے پہلے ہی یہ مقدمہ پیش ہوتا ہوا کہ سوائے علی کرم اللہ
 وجہہ کے یہ سب کی رائے تھی کہ اسے ضرور سترے موت دینی چاہئے اور اہل صحابہ مد حضرت عثمان کے غلط
 تھے اس لئے عبداللہ چھوڑ دیئے گئے تھے اس میں شک نہیں کہ حضرت علی حق پر تھے اور وہ اس کے بعد
 رعایت قانون کا عمل درآمد کرتے تھے جو اسلام نے قائم کیا تھا مگر قاتل کے عذر کو اس نے سختی سے دیکھا
 تھا اور صحت وقت بھی دیکھنا چاہتے تھا۔ پہلے کو جو اختلاف کی بنیاد اول اس سے قائم ہوئی

اور اس سے اور بھی مضبوطی پکڑ گئی کہ حضرت عثمان کے فائقوں کو گرفتار نہیں کیا۔ حالانکہ وہ لوگ زیادہ تعداد کے نہ تھے مگر چاہتے تو ممکن تھا اور بڑا فائدہ ہو سکتا تھا کہ ذریعہ تماشہ ادا دیا وہ عزیز بنی ہو جاسکے اور مدینہ پرستے سرے سے مصیبت پہلے جو مصحابہ آپ پر پھر صر کر رہے تھے وہی صبح تھے اور آپ بھی اپنے خیال میں صحیح تھے۔ یہ ضرور ہے کہ اگر گریزیں یہ یہ فائدہ ہوتا تو آپ نہ وہ قائلوں سے اقام لینے مگر سوت قائلوں کو مگر تھا کہ انہیں سزا سے موت دینی خیال میں نہ آتی اور آپ کے خیال میں یہ طبع بھی غامضی نہ تھی صدقہ ادا کا خون جو بانا کوئی چری بات نہ تھی۔ اور مصحابہ کا جوش بڑھ رہا تھا وہی جوش ہی بیان تھا کہیں کہ ضعیف ائمہ قدس خلیفہ واقعی سب گناہ بہت ہی بیداری سے شہید کیا گیا تھا۔ جب یہ ثابت ہو چکا تھا کہ قصہ وہاں کا ہے پھر ذرا ہی کو پکڑا ہوتا پہلا حضرت عثمان سبے کیا گاڑا تھا کہ ہر دلوں سے آپ کو شہید کر دیا ان سے زیادہ بزدل اور کون ہو گا بن کا اٹھ تو سب برس کے بڑھے پڑ گئے۔

عرض جب صحابہ کے چپے درپے کے اصرار کا حثیت علی نے صاف جواب دیدیا کہ جب تک میں کافی طور پر قوی نہ ہو جاؤں اور انتظام نہ کروں بزرگ عثمان کے قاتلوں پر ماتہ نہیں ڈال سکتا تو صد اصحابنا آمید ہو گئے اور انہوں نے علانیہ بیعت کرنے سے انکار کر دیا علحدہ اند پر اگر ہم بیعت کر چکے تھے مگر انہوں نے اپنی بیعت واپس لے لی اور وہ ہر ایک کے مکہ چلے آئے کتبہ میں کہلا اور دیر کہ جان کا ہی خوف تھا اور انہیں یقین تھا کہ حضرت علی میں قتل کروا دیں گے جب ابن دوفون نے حضرت علی بی عاتشہ سے سنا یہ کیفیت بیان کی تو انہیں سخت ناگوار لگا اور انہوں نے کہا علی کا ہلا قرض ہی تھا عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کرنا ہی علحدہ اور دیگر مشورہ ہی ہو انہا کے بعد انس بن مامر بصروہ آیا اور علی بن ابی طالب سے اور یہ دونوں کثرت سے پیرا چنے لگے آئے اور پیرا ہم مشورے ہونے لگے حضرت علی بی عاتشہ کتنے سنے میں انگین اور واقعی بات یہ ہے کہ انہوں نے کسی بدبختی سے مشورہ نہیں دیا تھا بلکہ شامانے غیبت انہیں حضرت عثمان کی شہادت کا جو ش اس قدر تھا کہ دنیا تک اب ہو رہی تھی۔ وہ صرف حضرت عثمان کے لئے جہازوں کی جان فکوان کر دینے پر آمادہ تھے اور یہ جو ش ان کا اسلامی تہا قضاۃ قصیر کہ یہاں سینہ میں حضرت علی غلیظ بنا ہے کتے اور کہیں نور چشم ہے جس نے حضرت علی بی عاتشہ رضی اللہ عنہما کو رضی اللہ عنہما کے لیکر وہ بصروہ علی علیہ السلام بصرہ تک جاسے میں متعدد بلیاں ہیں اور دوفون میں ایک عجیب اختلاف واقع ہوا ہے ایک روایت یہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے درغلا نا تھا حضرت میں میرے ہوا خواہ بہت کثرت سے ہیں وہاں میں کھیلانی ہوگی دوسری روایت یہ ہے کہ علحدہ نے کہا تھا کہ بصروہ کا بصروہ معتقد ہے مگر ہم وہاں گئے تو سب جا کے ساتھ ہو جائیں گے اور ہم بآسانی خون عثمان لے سکتے ہیں کہتے ہیں جب حضرت عاتشہ کا مادہ ہو گیا تو کہیں آواز نکلی کہ علی کہ عاتشہ رضی اللہ عنہما آم المؤمنین خون عثمان رضی اللہ عنہما کے لئے کر بیٹہ ہوئی ہیں میں نہیں کو آم المؤمنین کا ساتھ دینا ہو وہ آمادہ ہو جائے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کے لئے ہو گئے تیسری روایت یہ ہے کہ سب بیٹے حضرت علی بی عاتشہ آم المؤمنین آم المؤمنین آم المؤمنین

معلوم ہاں ناراض تو میں بیٹنگ ہو گیا تھا۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا بات یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت نے مجھے ذکر کیا تھا کہ میں حصہ سے نکاح کرتا چاہتا ہوں یہی وجہ میرے انکار کی تھی اور اس وقت میں نے بنی کاہنہ کو سنانا نہ چاہا تھا۔ اس روایت کو بعض عیسائیوں نے بہت ہی رنگ آمیزی کر کے بیان کیا ہے حالانکہ یہ سراسر غلط معلوم ہوتا ہے۔ اگر فرض کر لیں کہ آنحضرت نے بنی بنی حصہ سے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی تو یہ نہ کوئی بہید تھا اور نہ کوئی عیب۔ اس کا چپا نا نہیں سمجھیں آتا اور پھر حضرت ابو بکر سے اس کے ذکر کرنے کے کیا معنی تھے اگر رسول اللہ فرماتے تو حضرت عمر سے فرماتے اور وہ بہت خوشی سے قبول کر لیتے کیوں کہ اس سے زیادہ فخر اور کیا ہو سکتا تھا کہ رسول اللہ کے شخص کے لیے یہ اور ان جیسی ساری روایتیں محض بے بنیاد میں جنہیں صدق سے کہہ ہی تعلق نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ پہلے تو آنحضرت نے بنی بنی حصہ کو طلاق دیدی مگر جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ ہوئے تو خدا کی طرف سے دوبارہ نکاح کرنے کی وحی آئی اور اس کے بعد آپ نے بنی بنی حصہ کو اپنے گھر ملا لیا۔ یہ باتیں محض اور خلافت قیاس ہیں۔ حدیث کی کسی مستند کتاب میں طلاق دینے کا باطل ذکر نہیں ہے ہاں ابن ماجہ میں ضرر طلاق کا ذکر ہوا ہے اور اس حدیث کا راوی سلمہ بن کیل ایک شیعہ مذہب کا شخص ہے جس کی روایت پر جو حضرت بنی بنی حصہ کی نسبت ہو مہر گزا اعتبار نہیں ہو سکتا نہ کوئی وحی نہ تھی جس نے طلاق کے بعد دوسرا نکاح جائز کر دیا ہو۔ آپ کے بعض اتباع و اقوات کا بیان چونکہ حضرت بنی بنی عائشہ کے واقعات زندگی میں آگیا ہے اسلئے دوبارہ مزید تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ سے ہی چند احادیث کا پتہ چلتا ہے کہتے ہیں آپ کی روایت سے صرف ۵۰ حدیثیں منقول ہیں۔

حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا

آپ زمانہ جاہلیت میں اپنی فیاضی اور خیرا پوری میں ام المساکین مشہور تھیں آپ قبیلہ بنو ہلال میں سے ہیں آپ کے والد کا نام خرم بن حث اور والدہ کا نام مہذبہ بنت عوف تھا پہلے آپ کی شادی عبد اللہ بن عوف سے ہوئی تھی۔ چنگے انتقال کے بعد ستم چھری کو آپ نے رسول مقبول سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے وقت آپ کی عمر ۲۰ سال کی تھی اور صوفیہ خاتون صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵ سال کی صرف آٹھ مہینے آپ رسول کریم نے گھر میں رہیں اور ستم چھری میں غلام ہا گئیں۔ آپ کی عمر بوقت وفات ۳۰ سال کی تھی اور آپ کی پیدائش ستم چھری میں ہوئی تھی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ کی ولادت ستم قبل چھری میں ہوئی تھی۔ آپ کا اصلی نام مہذبہ تھا اور آپ کی والدہ کا نام مانگہ تھا آپ قبیلہ بنو کنانہ میں سے تھیں یہ وہ مانگہ نہیں ہیں جو عبد المطلب کی بیٹی اور آنحضرت کی بہن ہیں ہوں آپ کے والد کا نام ابو اسید تھا اور انہیں خدیجہ بی کہا کرتے تھے آپ عرب کے مشہور سواروں میں مشہور تھے۔

حضرت ام سلمہ کے پہلے شوہر کا نام ابو سلمہ بن عبد اللہ بن عبد العزیٰ تھا آپ اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہو کر حبشہ
 ہجرت کر گئیں تھیں۔ وہاں آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا نام زینب رکھا اس کے بعد ایک اور لڑکی
 پیدا ہوئی جس کا نام درہہ رکھا۔ ان کے علاوہ دو لڑکے سلمہ اور عمر بھی پیدا ہوئے۔ ابو سلمہ نے جب سترہ ہجری میں وفات
 پائی تو حضرت ام سلمہ کا صحیح حضرت رسول خدا سے ہو گیا۔ آپ کی عمر ۲۷ سال کی اور حضرت کی عمر ۵۵ سال کی تھی
 آپ نے ۸ سال کی عمر میں سترہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ پر بہت نکتہ چینیوں کی گئی ہیں وہ اگرچہ سب بیوہ
 اور چکارہ ہیں مگر یہی ہم ان میں سے ایک بڑی نکتہ چینی تھیں نقل کرتے ہیں جس پر حضرت بہت ہی اچھلتے کودتے ہیں
 اور وہ نکتہ چینی یہ ہے کہ آپ حضرت ام سلمہ کے خاوند کا انتقال ہو گیا تو آپ رسول اللہ کی خدمت میں گئیں اور
 عرض کیا مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے کہ میں شب و روز پڑھا کروں آپ نے انہیں یہ دعا بتائی **اللھم اعقلی ولہ و اھلہ**
منہ عیالہ ایسے ہی سب بچے اور بھروسہ کو بھٹکے اور اس کے بعد بچے اچھا خاوند ملا۔ جب عدت کے دن پڑ
 ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیق فرمے باری باری سے درخواست کی مگر ام سلمہ نے منکروہ کی پھر حضرت صلہ الصلیہ
 وسلم نے درخواست کی تو آپ نے کہا وہ رسول خدا آپ سے خوب درخواست کی۔ میں بڑی عمر کی ہوں اور میرے
 یتیم بچے ہیں اور بچے نکاح کرنے سے بھی شرم آتی ہے اس کے سوا تیرے پاس تو بہت سی عورتیں موجود ہیں تیرے
 رشتہ داروں میں کوئی موجود ہے جو میرا نکاح تیرے ساتھ کرے۔ حضرت نے فرمایا کہ میری عمر تجھے زیادہ ہے تو
 یتیموں کا کیوں فکر کرتی ہے۔ خدا اور رسول ان کی پرورش کریں گے اور شرم کی بابت جو تو نے کئی سوئیں دعا کر لی
 اور صاف تیری شرم کو کھودے گا اور تو جو اپنے کسی رشتہ دار کو کہنے کی بابت کہتی ہے تو یہ بھی کہے کہ اگر تیرا کوئی رشتہ دار
 بھی ہو گا جب ہی میرے ساتھ نکاح کرنے پر ناراض ہو گا تو کیا ہے۔ روایت ہے عسائیوں نے اپنی کتابوں میں
 نقل کیا ہے اور اس سے آنحضرت کی نفس پرستی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت
 ہی سرتا پا غلط ہے حضرت بی بی ام سلمہ کا قول خود اپنے غلط ہونے کی شہادت دے رہا ہے۔ پہلے جملوں سے
 جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نکاح کی درخواست سخت ناگوار معلوم ہوئی تھی آپ نے نامنظوری ظاہر کی اور بعد ازاں نبی
 ہو گئیں عجیب متضاد بیان ہے جو مطلق نہیں کہہ میں آتا۔ دوسرے یہ روایت کہ وہ رسول مقبول کے پاس گئیں کہ مجھے
 کہہ دیجئے کہ میں نے قرآن مجید کی کوئی آیت نہیں پائی حالانکہ آپ کا شیوہ وہی تھا کہ آپ ہر شخص کو قرآن مجید
 کی تعلیم کیا کرتے تھے کہی آپ نے غفر قرآن مجید کسی وظیفہ کے چرنے کے لئے نہیں فرمایا۔ وہاں جانا ہو کی نہ ہی بلکہ توحید
 کی تعلیم تھی اور میں۔ اور اگر فرض کریں کہ حضرت بی بی سلمہ صحت ختم ہونے سے پہلے ہی دریافت کر لیں چلی گئیں اور حضرت
 نے یہ دعا بتادی بھی ہو تو خبر نہیں کیا جانتا لانعم آتی ہے۔ اور کئیوں اور اور عورتوں کو ہیشہ تک خاوند ملنے کی دعا بتائی
 چاہے عورت کے لئے اس سے بہتر دوا میں کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ خاوند نیک ہو۔ خاوند اگر نیک ہے تو اسے جنت
 ہی نہیں بلکہ سلطنت ہے اور اگر بد ہے تو اس کے لئے دوزخ میں دوزخ ہے۔ فی الحقیقت جس چیز پر عورت کی زندگی
 کا دار و مدار ہو اس کے نیک ہونے کی ضرورت و حاملہ تھے۔ تاہم شرم اور شہادتوں کی ضرورت و دل کی بابت کہنا کتنا

ظہر اور عین ہے، ہرگز دوسرے کو کہیں تک دولہاؤں کے رشتہ دار یا اولاد میں سے نہیں سمجھتے تھے، اس لیے بنو ہاشم کی بنیاد پر نام لکھتے اپنے رشتہ داروں کو لکھ دیتا تھا۔ غرض اسی قسم کے جو قصہ پرچہ اعتراض کو بہ وقت نہیں رکھتے، اگلے جہان کو زیادہ بحث ہی نہیں کرنا چاہیے اور دوسری اہم المومن کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

آپ کی ولادت مسند قبل ہجری میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام جحش تھا اور آپ کی والدہ کا نام زینہ تھا اور امیر مہمد اللہ کی بیٹی اور حضرت علیؑ کی بہن بھی تھیں۔ پہلی دفعہ ان کا نکاح مسہم ہجری کے شروع میں زین بن ہاشم سے ہوا۔ مسہم ہجری میں زیدؑ نے انہیں طلاق دیدی اور ہمدت کے ختم ہونے کے بعد حضرت علیؑ سے نکاح کر لیا۔ اس وقت بی بی زینب کی عمر ۳۳ سال کی اور حضرت علیؑ کی عمر ۴۵ سال کی تھی۔ سید سال یعنی وصال کی وقت تک آپ پیغمبرؐ کی زوجیت میں رہیں اور حضورؐ انورؑ کے وصال کے بعد انتقال کیا۔

بی بی زینب کے شوہر کا نام شرجیل اور اس کا نام سعدی بنت ثعلبہ تھا جو قبیلہ بنی مرہ سے تھیں۔ الامام جاہلیت میں جب سعدی اپنے بیٹے زید کو لے کے جس کی عمر ۱۵ سال کی تھی کہیں سفر کر رہے تھے تو انہیں بنو قین سے ملے۔ ان پر حملہ کیا اور زید کو لپٹ کے کھڑکے بازو میں بیچھ کر لے گئے۔ جیم بن خرام نے چار سو دھم کو خرید کے اپنی بہن کو خرید کر بنت خویلد کو دیدیا۔ حضرت بی بی خدیجہؑ نے زید کو حضورؐ انورؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ اسے کہہ کر آزاد کر دیا۔ اتفاقاً زید کے باپ اور چچا کو میں آئے اور زید کو پہچان لیا اور چچا کو فدیہ دے کے زید کو باپ ساتھ بچھین کر گنبد کے خانے سے نکال کر دیا۔ اور حضورؐ انورؑ کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ اس وقت رسول خداؐ نے آپ کی رسم کے مطابق زید کو اپنا بیٹے بنالیا۔

حضورؐ انورؑ نے پہلے زید کا نکاح ام ایمن سے کر دیا۔ جس سے زید کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس کا نام اسماء رکھا گیا۔ پھر زعمیمین کا انتقال ہو گیا تو حضرت نے بڑے اصرار سے زید کا نکاح زینب بنت جحش سے کر دیا۔ زینب ایک عالی خاندان بی بی تھیں اور آپ اپنی قدیم رسم و رواج اور خاندانی تکبر و نخوت کی بنا پر ہرگز ایک غلام سے خواہ وہ حضورؐ انورؑ کا متبع نہ ہو نہ نکاح کرنا نہ چاہتی تھیں مگر حضرت کو اس پر اصرار رہا اور اس کی حکمت نبی کریمؐ میں سے وہ مخالفت اٹھ جائے جو آواز اور غلام میں ہائی جانی ہے کیوں کہ غلام ہونا حقیقت کوئی قدرتی عیب نہیں ہے بڑے بڑے پٹے آنا و شاہ اور ایک وسیع سلطنت کے مطلق العنان حکمران چنے نیو فری کی ایک سی گروہ سے غلام بنائے گئے ہیں اور سوائے اس کے انہیں چاہ نہیں ہوا ہے۔ کسی شخص کو جو حسب اور نسب میں مجتہد نہ ہو سستی پکڑے دوسری جگہ فروخت کر دینے کا نام غلامی ہے۔ عرب ہی پر ہر وقت ہمیں ہے بلکہ موتہ الکبریٰ اور سلطنت مشرقی میں بھی غلام کی بہت ہی بری کیفیت تھی۔ ہندوستان میں اس سے زیادہ خوفناک مظالم غلاموں کی گناہ جان پر پڑے جاتے تھے ان سے شادی بیاہ کرنا تو کجاشل جانوروں کے برتاؤ کہتے تھے ان کی جانیں زینبؑ بانور کی ماں سے زیادہ

قیمتی تھیں۔ غرض انسان کی اس شرمناک حالت کو کم کرنے کے لئے آپ نے پہلے تو اسے اپنا متبیطہ بنایا اور پھر ایک اعلیٰ درجہ کی شریف زادی سے اس کا نکاح کر دیا۔ اگرچہ منسوب بہنی عالی خاندانی کی وجہ سے اس کا یہی سخت کی حیثیت سے جو اس کے خاندان میں ملی ہوئی تھی نیکہ سے نکاح کرنا نہ چاہتی تھیں مگر جب کہ قرآن مجید نے فیصلہ کر دیا تھا کہ رسول کے فیصلہ سے جو دل لگتا ہو وہ مسلمان نہیں ہے اور بی بی زینب جو نیکہ طیب خاطر مسلمان ہو گئی تھیں اسلئے جو کہ انمول رضا مندی بظاہر کی اور نہ دیکھے آن کا نکاح ہو گیا۔

مقبول حکم کے بعد پھر اسی قدیمی خون کے اثر نے اپنا رنگ دکھایا اور آپ اپنے خاوند کو بری نظروں سے دیکھنے لگیں۔ خاوند بی بی کی نا اتفاقی طرفین کے لئے دنیا ہی میں دوزخ بن جاتی ہے دیدار اپنی مغرور بی بی کی اگر کسی پروردگار سے تنگ ہو ہو کے حضور انور سے شکایتیں کیا کرتا تھا کہ میری جان خلیق میں سے میں تنگ ہو گیا ہوں اور دم ناک میں ہے آپ بھی ارشاد کرتے تھے کہ تو ششی کرے اگر کبھی طلاق دینے کا نام دیکھو ساتھ ہی آپ زینب کو بھی لٹے رہنے کو فرماتے اور دونوں کو صبح کی طرف مائل کرتے۔ مگر لیکن نہ تھا کہ آپ زینب کے اس اثر کو کوہستے جو بطور دوزخ پشت پاٹ سے اسے پہنچاتا اور ہر با اثر بیوہ کی شہینہ گزر جاتے تھے بعد ہی کسی طرح سے ناکل نہیں ہو سکتا تھا جب پانی سر سے گزر گیا اور زید کی زندگی بحال ہو گئی تو ناچار زید نے طلاق دیدی اور عدت کے ختم ہونے کے بعد رسول کریم نے اس سے نکاح کر لیا۔

یہی کیفیت تو زینب کے نکاح کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی۔ قرآن سے اس کا ثبوت ہے۔ حدیثیں اس کی شاہد ہیں اور تاریخ اس کا اعتراف کرتی ہے۔ مگر بعض حضروں کی غلط فہمی سے حضور انور کی اطروا قدس ذات پر جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ واقعات ہی خلاف نہیں ہیں بلکہ سخت شرمناک ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ معرض کیوں ایسا اندھا ہو کے اقرض کرتا ہے اور حکمت چینی کرتے وقت کیوں شائستگی اور تہذیب کو ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔ ہم اس نکاح کی فطرت پر ایک سیدھا بحث کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ نکاح جو محض قانونِ قدرت اور اعلیٰ درجہ کے تمدن کی بنیاد پر ہو کسی طرح بھی حکمت چینی کرنے کے قابل نہیں ہے۔

پہلا اعتراض بہت بڑا یہ ہے کہ حضور انور نے اپنی بیوی یعنی اپنے متبیطہ خانیہ کی بی بی کا نکاح کیا اور ایسا فعل ایک نبی کی شان سے کس قدر مستبعد ہے۔ معمولی توجہ کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ یہو کی حالت لا بچنے کی بی بی ہوئے کو کھات ایسی وقت تک قیام رہ سکتی ہے جب تک بیٹے کا خلق ہو اور انقطاع ہو چکا ہو اور طلاق کی فہمی نے سناکت کے اثر سے کو کاٹ دیا ہو تو ہم اس حجت پر ہو سکتا کسی طرح ہی نہیں ہو سکتا۔ اب وہ باطل آزاد عورت ہے اور ہر شخص سے باستثناء بعض رشتہ داروں کے نکاح کر سکتی ہے اور یہ نکاح اس کا ہر طرح جائز ہو گا۔ عرب میں اگرچہ یہ دستور تھا کہ نہ بوسے بیٹے اور نہ بوی بہن صلیبی حیثیتوں اور سنی ہنظروں کے برابر خیال کی جاتی تھیں مگر یہ ان کی حق حاکمیت اور غلطی تھی کہ ان کی غیر عورت کسی زبانی بہن بننے سے کسی قانون میں بھی اس وقت تک بہن نہیں ہو سکتی یا کوئی متبیطہ بننا قیامت تک ایسی بیٹہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے متبیطہ بابے کو زیادہ وقت نہیں دی ہے اور کوئی ایسا ہی ہو سوزن نہیں ہے بلکہ دونوں میں بھی صلیبی بیٹوں کے مقابل میں متبیطہ کو کوئی حقیقت نہیں دیکھتا۔ یہو کے قانون

اگر کسی شخص کے ہاں سب سے پہلے کو بعد دنیا پیدا ہو تو وہ بھی ضرور باپ کی جائداد کا حصہ داسے گا۔ مگر اسلام نے ان رشتوں کو زیادہ وقت سے کبھی نہیں دیکھا۔ سہمیں آسکتا ہے جب دیکھے زید کا تعلق قطع ہو چکا ہو پھر وہ حضور وافر کی ہو کیوں کر رہی۔ یہ ایک عجیب بے معنی اعتراض ہے جو کسی طرح بھی پذیرا نہیں ہو سکتا۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ رسول خدا کی خواہش یہ تھی کہ زید کسی طرح سے طلاق دیدے تو میں اس سے نکاح کروں اسکا ذکر قرآن مجید میں ہی آیا ہے۔ اور بعض معسروں نے اس کو خوب دھکا مینا کر کے اور فرضی روایتوں کی بنا پر اپنی تفسیر میں دبیج کیا ہے اور اسی لئے عیسائیوں کو اپنی مصوم کی ذات پر حملے کوئے کا سوئے ملا ہے حالانکہ جو فرضی روایت کہ بعض معسروں نے قریش میں اُن کو قرآن مجید کے سیاق کلام سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے آنحضرت کا آسمان پر منزل فرشتہ کی گواہی پر نکاح ہونا اور آپ کا زینب کو برہنہ دیکھ لینا اور اس پر عاشق ہونا یہ سب چٹے چٹے بیانی گمانیاں ہیں جنہیں دعات سے کبھی سروکار نہیں ہے۔ کوئی نادان اسے نادان شخص بھی یہ نہیں کہ سکتا کہ حوریت خواہ کسی بی بی خواہ

کیوں نہ ہو کبھی بڑی کی حالت میں وہ خوشنما ہو سکتی ہے۔ سورت کی خوبصورتی لباس پر یہ جو حصہ اور لباس ہی اس میں صدا خوبیاں پیدا کر کے اس کے اصلی عیبوں کو بھی ایک رنگ چھا دیتا ہے۔ پھر نہیں خیال ہو سکتا کہ زینب میں بڑی کی حالت میں کیوں کر تاسن پیدا ہو گیا اور اپنی مصوم تہنوں نے اسے پرورش کیا تھا اور آپ ہی کی آنکھوں سے ملنے وہ سن بلوغت کو پہنچی تھی فریقہ ہو گئے۔ ناممکن نہیں تو محال عقل ضرور ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر آیا ہے اسقرآن مجید کی آیت۔۔۔ بعض الفاظ سے معسروں نے عجیب عجیب معنی تراشے ہیں جو کسی طرح بھی سوزوں نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی

پوری آیت یہ ہے۔ **وَإِذْ يَقُولُ لِذِي الْقُرْبَىٰ عَلَيْهِ وَاعْبُدْ عَلَيْهِ اسْكُ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَخُفِيَ فِي خَشْيَةِ مَا هُوَ مَذْمُومٌ وَخُفِيَ الْمَأْسُ وَالْأَحْزَانُ خُفِيَ غُلَامًا هَاضِمًا زَيْدًا وَمَا وَطَنًا زَوْجًا كَمَا لِي لَيْكُنْ عَلَى الْمَذْمُومِينَ حَرِيمٌ فِي الزَّوَاجِ أَوْ جَاهِلًا مِمَّا إِذَا قُضِيَ مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرًا مَعْلُومًا مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ حَرِيمٌ فَإِنْ فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِي خَلَا مِنْ قَبْلُ وَكَانَ أَمْرًا مَعْلُومًا قَدْ أَعْلَمَ مَا يَنْبَغُ لَكُمْ سَبَاتٌ كَمَا وَكُرُوهُ كَمَا تَمَّ اسْمُ شَخْصٍ كَوَيْلِي نَبِيٍّ مِنْ حَارِثَةِ كَوَيْلٍ جَسَّاسٍ لَمْ يَأْتِ بِأَحْسَنِ كَمَا كُنْ لَكُمْ L**

و آیت ہے قرآن مجید کہ نہ بد سے برہنہ دیکھنے اور عاشقی ہو جائے گا و آخر ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص زینب

دل میں چھپائے گا وگرنہ قرآن مجید کے ایسے ساوے بیان کو فرضی روایات کی بنا پر بعض اور بڑے کلمہ کلمہ پیدا کرنا صحیح نافرمانی اور جہالت ہے۔ ایک منسرخین اگر لاکھ منسرخین کیوں دکھیں وہ ان کی ذاتی رائے سے ایمان کی اس ذاتی رائے سے رسول مقبول کی ذات اقدس و اعظم پر کوئی محکمہ چینی نہیں ہو سکتی نہ کوئی الزام آ سکتا ہے۔ اس آیت میں صرف دو نکتے ہیں جن پر بعض منسرخین کو بہت کمزور فرضی باتوں کے بنائے کا موقع ملا ہے۔ اول تو سختی نے غفلت مالاہ مبدیہ، یعنی جس بات کو دل میں چھپانا تھا خدا سکھاتا ہر کسے والا تھا اور پھر فرمایا کہ تعفی الناس و اللہ عن ان تقشقا، یعنی یہ لوگوں سے دیکھنا تھا خدا ہی سے نہ دیکھنا تھا دوسرا جملہ یہ ہے غفلت غشی ذہن و مدہ و ملا و کان امر اللہ مفعولاً، یعنی جب زدے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تب زید اسے طلاق دے چکا اور عدت کے دن پورے ہو گئے تو ہم نے اس کو تیری زوجیت میں دیا یا تیرے ساتھ اس عورت کا صلح کر دیا تاکہ مسلمانوں کو اپنے بے باک بیویوں کی جوروں کے ساتھ صلح کرنے میں تردد نہ ہو جبکہ وہ بی بیوں عدت کے دن پورے کر لیں خدا کا حکم تو خدا ہی ہے۔ دل میں کیا بات چھپی ہوئی تھی وہ ظاہر ہو گئی یعنی متنبہ بننے کی بی بی سے آنحضرت سے نہ کر لیا۔ اس میں شہ نہیں کہ آپ کو بحیثیت منان موصوع ہونے کے حضور ذاتیات کا اندیشہ تھا کہ عرب میں جبکہ مضبوطی سے یہ رسم جاری ہے کہ بے باک بی بی کو ہمہ تن لڑائی کے سما جانا جو حضور لوگ اعراض کر چکے اور کہیں گے کہ یہ کیسا بی بی ہے۔ یہ فعل کرتا ہے جب وہ اپنی دست میں سخت معیوب خیال کرتے تھے ایسی بگمایوں کا آپ نے ہمیشہ خیال کیا ہے اور آپ نے ہمارے پلو اس قسم کی بے نیاد بگمایوں سے ہمیشہ بچایا ہے مثلاً صحیح حدیث ہے کہ کعبہ کی عمارت کو دوسری صورت میں کرنا چاہتے تھے۔ و آپ نے حضرت بی بی عائشہ سے فرمایا تھا کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ کعبہ اس صورت سے تعمیر ہو مگر مجھے مسلمانوں کا یہاں سب زیادہ وہ یہ خیال کرنے لگیں کہ نبی ہو کے کعبہ کو ڈھاتا ہے اس وجہ سے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ کعبہ کی تعمیر شروع کروں، اسی طرح زینب کے معاملہ میں آپ کو خیال تھا کہ لوگ کیا کہیں گے اور انہیں اپنی صد سال کی رسم کے خلاف یہ بات کیسی کھٹکائی ساپ دل میں یہ خیال کرتے تھے اور خوف کہتے تھے جس طرح ایک مصلح مخلوق میں کوئی نئی بات ظاہر کرنے سے خوفزدہ ہو گا تو مگر خداوند تعالیٰ نے صاف الفاظ میں نبوت اولوالعزمی اور پیے مصلح ہونے کی شان بتادی کہ لوگوں سے خوف کیا باج پڑھنا ہی سے ڈرنا چاہئے جس چیز کا بعد انان اظہار ہو نہ والا تھا وہ ہو گیا یعنی آپ کا صلح ہو گیا۔

اب یہاں سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو کیوں خوف محسوس ہوا اس کی وجہ کیا تھی ظاہر ہے کہ آپ نے غلی کر کے کارادہ پہلے ہی سے کر لیا تھا جب ہی خوف بھی محسوس ہوا کہ لوگ کیا کہیں گے حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ آپ اصل میں اس زہون ترین رسم کو توڑنا چاہتے تھے جو عربوں میں خون کی طرح ملی ہوئی تھی اور جب تک آپ کو فی علی کارروائی کر کے نہ دکھائے نہ گرائے اس کا اثر نہ پڑتا اصلوگ ایسی قدیم رسم کو جس کو وہ اتنا دیر اعلا صبح کی تہذیب سمجھے ہوئے تھے کسی نہ چھوڑتے۔ خیال تو آپ کے دل میں یہ تھا کہ کوئی ایسا موقع ہو جو حضور کرنا چاہے یہ خیال روز بروز بڑھتا جاتا تھا اخیر وہ موقع خوش قسمتی سے آ گیا اب آپ کو آیا کہبتے میں مرد ہوا احباب نے اس ارادہ کو اپنے دل میں صرف اسی بنا پر چھپایا تھا مبادا لوگ چٹکیں اور بجائے اصلاح کے ان میں پریشانی پیدا ہو جائے بس اس بات کو چھپا ہے تھے کہ خداوند تعالیٰ نے یہ حق خود

کے لئے اس کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ اس کی رویت میں نچے لوگوں سے نہیں بلکہ خدا سے ڈرنا چاہئے تاکہ ہر فرمایا ہے کہ کہنے
اور اس کے ساتھ اس کی عبادت میں اس کے چہنی ہو یا کہ ہم کی ہر نظر ہے کہ اسے ہالک بیڑوں کی بیڑوں سے نکل جائز ہے
ہم کہ قدر میں جو عبادت کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ہر شے کے ہونے یا نہ ہونے کی نسبت اپنے ساتھ کیا کرتا ہے
ہم کہہ رہے ہیں کہ اس نسبت سے یہ نہیں پایا جاتا کہ خداوند تعالیٰ ہر شے کا حقیقی فاعل ہے بلکہ یہ پیدا ہونا ہے
کہ وہ ہر شے کا خدا ہے اور اس کا تصرف سب جگہ ہے۔ انا خدا کہ ہم نے اس عورت کا تہا سے ساتھ نکل کر دیا
اس کے یہ سہی ہیں کہ ہم نے باطل ہماری مرضی کے مطابق کیا ہے۔ انہوں سے خوف کہانے کی کوئی وجہ نہیں ہے
جس نام میں ہماری مرضی شامل نہیں ہے اس میں ہر شخص سے خوف کہانا چاہئے اور جب ہماری مرضی شامل ہو گئی
یہ خوف کہانے کی کیا بات ہے۔

اس آیت کے یہ معنی ہیں جس پر بعض حضرات اور مخالفوں نے ایک طوفان بے تمیزی بجا رکھا ہے اور وہ وہاں سے چڑھ گئے ہیں کہ بعض نے بعض حضرات سے تو یہاں تک لکھا کہ خداوند تعالیٰ خود ہی تھا جب تک وہ مکمل نہ ہوئے اور خداوند تعالیٰ نے اپنی زبان مہارک سے وہاں وہاں سے ایجاب و قبول کی رسم ادا کر لی۔ یہ ساری باتیں قرآن سے ثابت نہ صحیح حدیث سے نہ عقل اس کی شاہد۔ اسی درجے کے معاملہ کو جس کی حقیقت کچھ بھی نہیں اس قدر طول دیا گیا ہے اور مخالفین اسلام نے وہ کہنا میں شایع کی ہیں کہ خدا یاد آتا ہے۔ معاملہ کچھ بھی نہیں ہے صرف منشا ہے باری یہ تاہم کہ شیخ رسم عرب ہی سے نہیں بلکہ دنیا سے اکثر کے چمک جائے اس کام کے لئے اس نے اپنے معصوم نبی کو جن لیاؤ عملی صورت میں کر کے دکھایا تاکہ ہر جن و جنس کی انجانی ہی در سے بہت سی روفا مگر سمجھیں نہیں انما کہ درجے کے بھی چرچکی بقصد مشورہ و وفا مچا ہوا ہے کیا اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ مخالفین اسلام نے غیر معتبر کتابوں کے حوالے سے بڑے ہی بانباری و افلا تہذیب و اعتراض اس پہلو سے کئے ہیں اھ اسے چنالات میں گھولوا انھوں نے کامیابی حاصل کی ہے۔ کوئی معترض نفسی ہے کا حوالہ دیتا ہے اور کوئی کسی غیر معتبر فارسی کی کتاب کا مثلاً ایک عیسائی نے روضۃ الاحباب میں سے یہ عبارت نقل کی ہے چوں کہ خدا تعالیٰ معلوم کر دے ہو کہ تہذیب و اصل زوجات و سے خواہد بود و خاطر با کثرت نیچہ است کہ زید وے راطلاق و ہم و لیکن مشرک میداشت کہ اھذا امر کہ نہ طلاق نہ ریش و نیز زناں نے اندیشہ کہ مرد و گویند کہ زن پسرخواندہ خود نیچہ و ہاں تاکہ دعا بلیت زن کسی کہ منسوب بہ پرے میکردند حرام نے و استند ہجرتن پسرخ صلی خود اسی قسم کی اھم کی بہت سی روایات ہیں جو نبی بگو اس ہیں اور جنہیں صدق سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ روضۃ الاحباب ہو یا روضۃ الصفا ابو الفدا ہو یا ابن خلدون طبری ہو یا وادعی ابن ہشام ہو یا ابن اثیری غرض کسی مسیح کی رائے یا اس کی روایت کسی رجعت نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ کسی کہ ہم پر اس سے کوئی الزام قائم ہو سکے۔

بعض متنفذوں نے نئی نئی باتیں گھڑی ہیں اور وہی عموماً غیر منطقی چنانچہ لکھا جاتا ہے کہ کچھن ہی سے زینب حضورؐ اور محمدؐ عاشق تھے مگر اگے اس کا ثبوت نہیں دیا گیا یہ عبادت کیوں کر معلوم ہوئی اور اگر کسی کتاب میں ایسی روایت موجود ہو ہے تو وہ تاریخ کیوں معلوم ہوئی کہ زینبؓ کو یہاں خیال سرزد ہوئے تھے اسلئے اسے عشق تھا اسلئے عشق کی یہ وجہ بتا کر ان کے

نہی کے ساتھ کسی کو نہ دینی تھی ایک مذہب کو کسی کا استدلال ہے۔ اور اگر یہ فرض کریں کہ زینب کا حق نہیں تو پھر
 خلق کا اہم رسول اللہ پر غلط ہوتا ہے۔ یہ دونوں ایسی جملہ باتیں ہیں جن کا سر نہ پہر ایک جہاں سے ملے گا
 کہ یہ فیض سے محبت کی سلسلہ جیسا کہ تھی اور وہ اخیر میں یوں پوری ہوئی یہ ساری باتیں وہ جس قسم کے عمل و خیالات کو
 ہیں محنت چنی کوئے کے لئے نئے نئے الزام ہلکے سول کریم پر قیام کرنے انسانیت پر شرف سے بہت ہیں اور کیا
 اور زینب کے نکاح پر ایک دقیق نظر ڈالئے ہیں او۔ لیکن میں کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور کیا سمجھا ہے مسلمانوں کا جس
 زینب نے معاملہ میں حق العین پر سلام کے خوب ذراں غم ہی جواب دیئے ہیں مگر خدا کے فضل و کرم سے چلی گئیں ہی
 مسلمان ہونے کا غرر کرتا ہوں اس لئے مجھے بھی جواب دینا لائق ہے خواہ وہ جواب اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کیسے
 ہی ہا یہ کا کیوں نہ ہو۔

جب حضور انور نے ملاحظہ فرمایا کہ ماں بہن یا بیٹے بیٹی کے خالی الفاظ کا اثر بہت ہی کچھ خیال کیا جاتا ہے اور اس سے
 تمدن اسلامی میں اگر یہ بات قایم رہی تو محنت صدہ تہذیب کا اندیشہ ہے تو آپ نے اس قبیح رسم کو نیت و نابود کر کے کیلئے
 فکر و تامل کیا۔ قبیح رسم نہ تھی نئی صورتیں پیدا کر لی تھیں اور فی حقیقت وہ صورتیں قایم رہیں تو مسلمانوں میں
 سخت تباہی آتی اور تہذیب و آفتاب نازل ہوتی۔ رسم یہ تھی کہ اگر کسی شخص سے ہوئے یا غصے یا مذاق میں اپنی بی بی کو یہ کہنا
 کہ تو تو میری ماں یا بیٹی کے برابر ہے تو فوراً بی بی نکاح سے خارج ہو جاتی اور پرکھی سناکت نہ ہو سکتی تھی۔ اگر کسی بون
 لڑکی کو بھی کہلایا تو بہر اُس سے سناکت کسی طرح بھی جائز نہ ہو سکتی تھی۔ انصاف سے خود ہی دل میں فیصلہ کر لو کہ حق خدا
 یا قوم میں یہ کیفیت ہو وہ سلاست ہی کب رہ سکتی ہے اس میں شب و روز فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے اور بلاشبہ اس کی برائی
 میں خطر ہی خطر ہے حضور انور نے اس پر نظر حالت کو بخوبی محسوس کر لیا تھا اور جو باہمی ناموافقیاں پڑ رہی تھیں وہ ملاحظہ
 فرمائیں تو آپ اپنی ناواقف قوم پر رحم فرمائے اس امر کے درپے ہوئے کہ کسی طرح اس رسم کو دنیا سے مٹا دیا جائے۔
 یہ کام فی حقیقت آسان نہ تھا اور یہ اس قدر شکل نہ تھا کہ کعبہ میں سے تپوں کا نکالنا۔ بظاہر یہ رسم بہت ہی دشنام و فساد
 معلوم ہوتی تھی کہ ایک شخص کو بب زبان سے بتایا کہ دنیا تو یہ بیٹا ہو گیا یا بیٹی کہلا یا تو وہ چیخ ہو گئی مگر خدایاں اس میں
 چہی ہوئی تھیں اُن کو سوائے اس آنکھ کے جس میں روح القدس کی روشنی ہو اور انوار آسمانی کی چمک ہو اور کون و مکہ نہ ملتا کہ
 آپ نے اس خرابی کو عرض پورے طور پر محسوس کر لیا اور اب اس کی بجائے کئی کے درپے ہوئے۔ آپ اس امر کی تلاش
 میں تھے کہ کوئی سوچ عملی کا مدد دے کہ کسے کسے کیوں کہ بغیر عملی کا مدد دے کہ ممکن نہ تھا کہ دوسروں پر اس کا اثر پڑنا چوں کہ
 روح القدس روز پیدا پیش سے آپ کے ہمعصرین رہتی تھی آپ ہی وہ بار بار آپ کو امید دلاتی تھی کہ یہ موقع ہو گا چوں کہ اتفاق سے
 دیر سے زینب کو طلاق دی اور اس وقت آپ کو اپنے قدیم خیال میں کامیاب ہونے کا موقع ملے اور آپ نے فوراً نکاح کر کے
 بنا دیا کہ منہ بولے بیٹے کی بھی جب اسے طلاق بھجائے نکاح میں آسکتی ہے۔ اب یہ اعتراض کہ نکاح کی وقت کوئی کر لیں نہ تھا
 محض لہجہ اور بچ ہے بلکہ اس دلیل نہ ہونے میں بھی بہت جلدی حکمت بالائے معصوم ہے۔ آپ نے اپنی آست کو تسلیم فرمائی
 کہ اگر کہیں ایسا اتفاق ہو کہ گواہیاں دیکیں میرے آئسکتے ہوں تو اب جواب و قبول کافی ہے اور خداوند تعالیٰ کی گواہی میں ہو

ہونا کوئی تعجب انگیز بات نہ تھی۔ بغیر باز کسی کے گہری سچے انا اور کہنے کی اچھا سی پس جیسے بچھا ادا جائے گا نام
 زندہ نہ رہے۔ ایسے افعال میں جو دنیا کی کسی قوم میں بھی محض نہیں گئے جاسے جو کچھ رسول خداؐ اسے ان نتیجے اسوہ کے ترک کرے
 کی تنبیہ فرمائی تو اس میں اعتراض کے قابل کوئی بات نہ تھی۔

مضمون میں اور سمجھنے والا خوب سمجھ رہا تھا۔

خوب سمجھ لیا جاتا ہے، اس سے سخت ملامت لفظا ظہر گزرتا ہے پر وہ نہیں ڈال سکتا۔ اور ان پر قیصل نہیں تھا ہوا ہے
نہ مہر ہو ہی ہے ہر شخص بہت آزادی سے چلنے جو کچھ کہنا کے مکر و دیکھا صرف یہ ہے کہ پتی اس خدا و آزادی سے
کہاں تک کام لے سکتا ہے اور اسے کس حد تک تہذیب کے دائرہ میں پابند رہنا چاہئے۔ اور اس کا قول کس حد تک
قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک اور نے وہجہ کے تکی بندولی۔ بے ایک ہندوستان اسلام کی شان میں جس کا کلمہ کہ وہوں
مخلاق خاپڑی سے ملامت لفظا کلمہ کیے کیا اس۔ اس امر کی ذہنی و اطہرات پر کچھ التزام ہو سکتا۔ مستغفرت
ہر نہیں۔ بلکہ ایسی کسی باتوں سے لکھنے واسے۔ کہ کھنے واسے کی تہذیب اور انسانی کلی کا منورہ حاوہ ہو جاتا ہے اور
کھل جاتا ہے کہ قاتل انسانی کے ظرافت کا ایک۔ عاتقین نہ دے بلکہ عین انسانیت کے اس پر ایسا دن ہے کہ کسی
نہیں سمجھ سکتا اور جس کی سیاہی روز بروز عیاں ہوتی جاسکتی۔ تہذیب کے نکل میں کوئی ہی معمولی بات نہیں ہے۔ جیسے پتہ
سے محض اپنی گور باطنی سے ہوتا بنا کہ اسے صرف اعتراض بہت بڑا ہے کہ آنحضرت نے اسے ملے بالک بیٹھے کی بی بی
سے نکاح کر لیا۔ مگر یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ جب طلاق چلکی ہو۔ عدت کے دن گزرتے ہوں پ وہ ملے بالک کی بی بی رہی
کہاں۔ وہ باطل ایک آزادی و عورت ہے اور سوائے باپ بہن بیچا وغیرہ کے اس سے ہر شخص نکاح کر سکتا ہے۔ تہذیب
قصہ بس اسی قدر کہنا تھا جو ہم لکھ چکے۔ ہمارے خیال میں تہذیب نے اسے ہی کافی ہوگا۔ زیادہ طول دینا غیر ضروری ہوگا
اسے یہیں ختم کرتے ہیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

آپ سارٹ کی بیٹی تھیں۔ آپ کے چچے خاوند کا نام ذوالشرف تھا۔ شیخ غلام بنی الصلح میں مسلمانوں کے مقابلہ میں لانا تھا۔ آپ نے آنحضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور مسلمان ہو گئیں۔ آپ ہمیشہ عبادت گزار اور فاضل و شوقین الہی تھے۔ جو چند روز بے رکتیں اور نماز و قرآن پڑھتے رہتے تھیں۔ آپ کا تعلق بہت بڑی سیاسی جماعت یعنی قادیان و اس کے محلک کا

[illegible]

ساری باتیں جو مخالفوں نے ایجاد کی ہیں ان کا کہیں ہی پتہ نہیں لگتا۔ سوائے اس کے کہ ان کا اصل کوہ سرخ میں
جہالت کا ایک پر تو نہیں اور کیا کہتے ہیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ بھی پیڑہ تھیں جب حضور سے فرار ہوئے آپ کے چلے خاندان کا نام عبد العبد بن جریث تھا۔ آپ کے چلے
ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ ۱۰ سالہ عیسیٰ بن ماریہ کے والدین تھے۔ جب تمکین کے جوہر ظلم سے
لے حاضر ہجرت کی ہے تو یہ بھی وہاں ہی ہیں۔ حاکمیت باغیابی بی نہیں۔ اور اسلام کے سچے فخرش ان کے دل پر ہو گئے تھے
ایک قزاق رسید ہو کے حبشہ گئی تھیں دوسری حالت میں پر یہ آئی کہ یروش میں ہجرت کران۔ کا شوہر عبد العبد بن جریث
ہو گیا اور اس نے مذہب اسلام سے نفرت ظاہر کی۔ اگرچہ بی بی ام حبیبہ کو اپنے خاندان سے بہت ہی محبت تھی اور وہ اسے غمگین
ہر دین میں ان کا کوئی سرپرست بھی نہ تھا پہلی منزل سے بڑی دلیری سے روکا اور کہا کیا غضب کرتا ہے نصرانی مذہب اور ایسے
حق دینی سے پہلو تھی نہ کہ مگر وقت یہ تھی کہ اسلام نے شراب نہ اسی وجہ کو ناجائز قرار دیا تھا اور حرام طلال میں امتیاز پیدا کیا
تھا اور ایسی پاک زندگی میں رہنا خاص ایسے شخص کے لئے محال تھا جس کے فرام میں ہمارے اور احوال قیوم کا نہ ملتا ہو اور مسلمان
رہ کے کبھی ایسے شیعہ احوال میں کر سکتا تھا بی بی ام حبیبہ کے کہنے کی اس نے مطلق پروا کی اور اپنے سابق نصرانیت کی طرف
بالاخص کی۔ پہر اس نے ام حبیبہ کو بھیجا کہ اس پر دین میں اور کوئی تیز سرپرست نہیں ہے تو بی نصرانی ہو جائے یہ تم تکلیف
ام حبیبہ پر نصیب تھا کہ باہر آتا تھا اور حاکمیت ان آپ کی آنکھ میں لادیک ہو گیا تھا اور اب آپ ایک اجنبی زمین میں داخل ہوئے
وہو گا نہیں پھر بھی آپ نے بڑی دلیری سے اپنی ان تمام مصیبتوں کا مقابلہ کیا اور صاف دیکھا کہ اگر وہ نہیں مانگا اور نصرانی
ہوتا ہے تو میں تیری زوجیت میں نہیں رہ سکتی۔ عبد العبد بن جریث نے نہ مانا اور اصرار فرمایا ہو گیا۔ نصرانی ہو سکتے ہیں تمام حکام
جن سے وہ تائب ہو گیا تھا پہر اس میں عذر کر کے اور عذر بات میں پڑ گیا۔ اس کی منت منت وقت سے ہوئی غم میں
سرمت ہو کے اخیرت رسوائی کے ساتھ اس کی جان کل گئی۔

خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کی اس وقت کیا کیفیت ہوگی۔ مگر غم میں ان کی کم نظیر تھیں جو ہرے تھیں
ثبوت یہ ہے کہ انہیں جلا وطن ہونا پڑا تھا ہر حبشہ میں وہ اپنے بدکار شوہر کی شوخی طالع سے بے پناہ رئیس ہر کسی ظلم
کی دلدادہ بی بی بہت مضبوطی سے اسلام پر قائم رہی اور اس کے زمانہ میں کئی قسم کا بھی سزا لیں آیا تھا اور
برباد ہو کے مرنا پڑا تھا لیکن دین خدا سے نہ ہر وہ چھوٹے اپنے چھوٹے شہر سے علیحدہ ہوئے کے لئے ہر وقت
مصیبت میں لگے ہوئے تھے تاکہ کے ساتھ دین نہ نہ ہو اور بی تمام مددگار کمانی رسول مقبول کی خدمت میں عرض کی
اور کہ ان میں باطل ہے پناہ دیں اور یہ دین اسلام کے لئے مجھے یہ پناہیں ٹوٹی ہیں۔ آپ میری حالت سے مطلع ہوئے اور میری
سزا سن کر۔۔۔ وہ حال دیکھے آپ نے اس کو بہرہ لے لیا۔ ام حبیبہ کو اپنی زندگی میں قبول کیا۔ مسلمان بن گئی اور وہی ام حبیبہ
فاتحہ مسکو ہوئی میں ہوں۔ یاد یہ ہے کہ آپ کی حاکمیت میں

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

آپ بھی بیوہ نہیں۔ آپ کے چھٹے شوہر کا نام سلام بن مشکم تھا۔ اس نے طلاق دیدی تھی پہلے نہ بن سچ سے نکاح ہوا۔ یہ شخص خود و غیر جس مار گیا جب قانون جنگ کے مطابق سب لوگ گرفتار ہوئے تو آپ نے صفیہ کو دیکر فرمایا تو آخر آپ کو بھی خواہ یہاں رہنا پسند نہ رہا۔ اس وقت وہاں میں چلی جائیں تو شہر اس وقت تباہ و برباد تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سخت نفرت و اہل عیسوی اگر کوئی نہ کہہ سکتی ہے۔ خواہ وہ میرے شہدہ وہی کیوں نہ ہوں جب اختلاف نہ ہو سکتا تو مجھے ان سے سخت نفرت ہے میں تو حضور کی خدمت میں رہنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اسے زنجیر میں قبول کر لیا اور وہ چندے لے آئے۔ ان بی بی کی نسبت بھی بہت سی جھوٹی روایتیں بنائی گئی ہیں جن کا سر نہ پیر۔ وہ دعائیں پڑھ کر قابل قبول نہیں ہیں اور ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔ ایک یہ الزام ہے کہ بکری کے بعد کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ تجھے محمدؐ نے کون سے کتے لے کر لیا ہے انھیں بہت خوب پایا۔ پہلی منزل میں بی بی صفیہ کا انھیں دوسری منزل میں آکر پہنچا اور حضرت انسؓ کو بھیجا کہ تو جا کر صفیہ کو گنگوٹ لگا دے۔ اس کا صفیہ کو بہانا کہ وہ کیسے تو ان کا نہ کہہ سکتی تھی۔ یہ وقت تھا کہ ابویوب انصاری کا بہرہ پر ہند شہر لے کر گھر آیا۔ بہر بعد وفات آنحضرتؐ کا دریافت فرمایا کہ تو یہاں کیوں کھڑی رہی؟ ان کا جواب دیا کہ یہ عورت بیوہ تھی اور اس کے ہاتھ میں جنگ میں قتل ہوئے تھے۔ مبادا یہ عورت درازی کو بیٹھے تو میں فرما دوں کہ یہ جنگ میں قتل ہوئی ہے۔ وہاں جا کر اس کو اپنے بی بی کی مخالفت کی ہے اس طرح ضابطہ بھی تھی مخالفت کی ہے کہ اس کا صفیہ کا بیٹا تھا اور وہ بی بی میں تھا اور حضرت علیؓ نے اس کا اور بی بی حضرت بل حبیبیں بل جگہ صفیہ کو دیکھ کر آنا اور آنحضرتؐ کا گھر گھس کر حضرت بی بی عائشہؓ کو چھان لیا۔ پہلی بی بی صفیہ کا شکایت کرنا کہ مجھے عائشہؓ اور حضرت عائشہؓ میں کچھ عداوت تھی۔ یہ سب جھوٹی حقیقت تھی کیونکہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو بی بی صفیہ کو یہ جواب بتایا کہ جس وقت وہ تجھے بیوہ نہ کرے گا میں اس کا کچھ نہیں کرے گا۔ اور یہ میرا خاوند ہے۔ بہر آنحضرتؐ کا بی بی عائشہؓ کو بہانا کہ تم سے تکلیف نہ دیا کہ وہ غیر تو غیر یہ ہے چنانچہ دعائیں پڑھ کر ان کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور آپ کی ازواج پر کھائے گئے ہیں اگر ہم فرض کریں کہ کسی اسلامی توابع میں بھی اس کا کچھ لگتا ہے پہلی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی سوچ نہ لگنا یا کسی منہ پر اپنی تفسیر میں دیکھ کر نہ لگنا کسی ماوی کا رعایت کرنا ایک خفیت سالانہ ہم بھی رسول مقبولؐ کے اور تابع پاک پر نہیں غلام کر سکتے یہ سب چڑے چڑیا کی مثل کہنا ناں ہیں اور صدق سے انہیں کچھ بھی سروکار نہیں ہے اگر وہ ان دنوں کو مٹا دیا جائے گا تو ان میں شہرہ برابری صدق کا پتہ نہ لگے گا۔ خیال نہیں ہو سکتا کہ جب پہلی منزل تک رسول کریمؐ بی بی صفیہ کے پاس آئے تو انہوں نے اس بنا پر اچھا کر دیا کہ وہ بیوہ کیوں کا خوف نہ کیا کہ اس نے رسول اللہ کو صدمہ پہنچا نہیں یہ بیوہ ہو سکتی تھی کہ اس کے بعد وہاں سے قتل ہو جائے۔ اور دوسری منزل پر تعاقب کر کے یہاں کون مانع آ سکتا تھا۔ بہر روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صفیہ کے بناوٹ لگایا کہ حکم ہوا تھا کہ کسی بیوہ کو ہاتھ نہ لگایا۔ اگر حضرت عائشہؓ تو پہلی دفعہ لائی جائے گی نہ کہ دوسری بار آنحضرتؐ کو اس کا خیال آیا۔ بہر ابویوب انصاری کا بہرہ دینا بھی محلی حکایت ہے جس کا

پندھوان باب

اسلام

موجودہ زمانہ میں بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے اسلام کے اصل حقیقی معنی کو بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مذہب تھا اور یہ قابل حدیث و روایتوں کے اسلام کی نسبت کیا تھا۔ آئیے اور بلاخر کیا ہمیں کہ اسلام کسے کہتے ہیں۔ یہ نہایت پریشان سوال میں جو بالخصوص ہندی مسلمانوں میں گردش کر رہا ہے۔ اور جن کا اعلیٰ نشان بیش جب کسی طرف سے بھی نہیں ملتا۔ ایک عجیب آباد دانی ہے جو مذہب میں چاکلی ہے اور اس کا عجیب پریشانی ہے جس نے کل مسلمانوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اس تمام فساد کے نانی ہمارے وہ علماء ہیں جو دین کے پردہ میں ذہنی کمزوری کا نشان چاہتے ہیں اور فی حقیقت انہیں اسلام کے کبھی بھی خلق نہیں ہے۔ ایسے شخص سے کیا امید ہو سکتی ہے جو دین کا کھانا پس پینکر دنیا طلبی کرے۔ بلکہ نہیں کہ اس کی زبان سے ایک لفظ بھی حق چلے جو عام مسلمانوں میں چونکہ عام جہالت پھیلی ہوئی ہے وہ ان سمجھنے والے کو خود غرض اور غیور غرض عالم کون ہے وہ انہیں ہندو کے کسی نہ کسی کے ساتھ بولیتے ہیں اور اخیر میں نہ صرف اپنی گناہ سے پسینہ کی لکائی بلکہ دین و ایمان کی پوچھی ہی کو مٹیتے ہیں۔

اسلام میں کے سادہ اور آسان اصول کو ایک دھنی بدوی سے لیکے بڑے بڑے حکماء نے تسلیم کیا اور جس کی مقبولیت عام ہو گئی آج اس بیرونیوں حدیث میں آئے ایسا شکل اور عید کر دیا ہے کہ دور سے دیکھ کر خوف معلوم ہوتا ہے۔ اسلام جو چند دوزمیں تمام ایمان عالم پر غالب آگیا آج خود مسلمان ہی اسے مقبول کر رہے ہیں اور اس کے سچے سچے ایمان والوں کی اس کی اصل صورت کو ترس گئے ہیں اس خرابی اور پریشانی میں بھی دین خدا کا جو جو وہ کہنا ہے اور اس کی ترقی کی رو تیزی کے ساتھ دوزخ ہی ہے۔ مگر ایک عام پریشانی جو مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے اس کا کچھ بھی تذکرہ نہیں ہوتا۔ وہ اسلام کہاں ہے جو رسول کریم کے وقت میں تھا وہ اسلام کہاں ہے جو صابریہ کے زمانہ میں تھا وہ اسلام کہاں ہے جو محدثوں اور مجتہدوں کے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ ہونڈے ہیں پریشانی پائے جو جو کہتے ہیں کہ اس کا کچھ نہیں ملتا۔ قرآن ہی وہی قرآن ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کیا تھا اور علمائے اس کی تفسیر کی اور مسائل کا استنباط کیا۔ حدیثیں ہی وہی حدیثیں ہیں جو صدیوں پہلے مسلمانوں میں رائج تھیں تفسیریں بھی وہی تفسیریں ہیں جو صدیوں پہلے ہی تھیں تھیں اور فقہ بھی وہی فقہ ہے جس کا مروج صدیوں سے چلا آتا ہے مگر یہ اختلاف یہ دشمنی اور دشمنی جو اب کل کے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ کوئی رادے ہے جو ابھی تک نہیں کہلا ہے اور کوئی پوشیدہ بات ہے جو عام مسلمانوں کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہے۔

موجودہ زمانہ کے علماء ان اشارہ اللہ فی حقیقتہ اسلام اور اس کے آسان اصول کو سمجھ ہی نہیں صغیران چھتے ہیں لیکن نہیں سمجھتے وہ ان کا عالم حاصل کرتے ہیں مگر وہ اس کے ذہنی اور فکری کے دن پر لکھتے نہیں ہوتے جب یہ ہندو ہی کے رستہ تائیں تو یہ چاہے ہندو کی کہاں کے رہے۔ اصل چاہتا ہے کہ اسلام کے اصل معنی سے ہر وقت ہمیں اسلام پر ایک

تقریبی جیسے اور ہر اس عالم فکر کا ایک نئے خیال کے بنا یا جاسے کہ اسلام کیا چیز ہے اور اسے کیا سیر کرنا ہے۔ اگرچہ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بعض لوگوں نے اسلام کو ایک مذہب قرار دیا ہے جو اور دوسروں کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہے۔

صحابہ کرام کے نقطہ نظر سے یہ حریف اسلام تھا۔ سادہ سے سادہ مسائل سادہ سے سادہ فرائض فرائض میں عمل کو دخل نہ پہنچا کر نہ مطلق کی پیروی اور نہ استنباط مسائل کا مشغلہ کہہ دیں۔ مثلاً صرف نماز پڑھنا اور رمضان میں روزے رکھنا اور میل جول ملک بار بشارت و مصلحت ہی کو کرنا اور صاحب ثروت ہونے پر ناکارہ دین یا خدا کو ایک سادہ اور سادہ کو برقی نئی ماننا اور میں۔ نہ فقہ کی ترس خراب یہ کہہ دیتی تھی اور فرائض کی کچھ بھی نہ دیکھتے تھے اور جو کچھ اٹھانے کے تھے کچھ دینا خلفا کا اسلام ان غیر عربی اور دور از کار فرائض سے داخل مانتے تھے یا ہم شریعت میں چکڑا ہوتا تھا کہ خلیفہ عربیہ ہونے ہی لازمہ قبول لینا چاہئے یا اسطرح پر جب ایک سادہ سادہ روزہ اٹھا کر کیا جاسکے تو بات بھی کہ سہوہ قاتلہ امام کے کچھ نہ پہنچتی تھے تو نماز ہی ناجائز ہو گئی اور اگرچہ وہی تو اسلام کے دائرہ سے مل سکتے۔ نہ وضو کے فرائض اور عبادت میں مل سکتے تھے اور شریعت میں وہی نہ دیکھتے تھے۔ کچھ ہی دنوں میں صرف ایک ہی طرح مسلمانوں نے حضور اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا ہے تو کیا اتنا ہی طرح فرائض نماز اور کھانے پینے کو مان لیں یہ وہ سوالات کرتا تھا جن کی وجہ سے ان صافات اور سادہ سے مسائل میں کوئی بین ہیگ نہ تھی تھی۔ سب کو ایک ساتھ ہی اشاعت اسلام کا خیال تھا اصل ہی خانہ جنگیوں میں ہی انہیں اشاعت اسلام کا خیال نہیں ہو سکتا تھا۔ کوئی تاریخ اور کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث اس کی شہادت نہیں دیتی کہ جس مسائل کو اصل میں اسلام بہر لیا ہے ان کا کبھی بھی صحابہ کرام میں تشکک نہ آیا اور ہر دو قریب ہوئی۔ کاش وہی اسلام بہت جلد کا قیام تھا۔ تمام عالم میں وہ سب کے مذہب کا ایک شخص ہی رہ گیا تھا۔

تاریخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ وجود و مسعود سے اب تک معاشرت اسلامی کا ایک جزو غلط ہے اور کبھی مسلمانوں سے علیحدہ نہیں ہوئی ہے اس میں فقہاء کی بین ہیگ نے وہ مثل اندازی کی ہے کہ اس وقت کوئی فرد بشر ثابت نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ناز پر ہی تھے۔ شیعہ عقیدوں میں ہی نماز کے بارے میں اختلافات نہیں ہے بلکہ خود سینچوں میں مالکی حنبلی شافعی اور حنفی باطل علیہ و علیہ نماز پڑھتے ہیں اور طریقہ نماز میں ان چاروں فریق کے بہت ہی اختلافات ہیں۔ کیا اسلام کے لئے یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ اس کے سب سے بڑے اصول میں یہ اختلافات ہو۔ ان مختلف روایتوں کو جوڑ کرنے کے بعد بھی یہ نہیں کہتا کہ نبی کریم اور صحابہ کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مجتہدین نے اس اختلاف پر کیا ہے۔ اختلاف واقع کی ہے مگر ایک دوسرے کے طریقہ نماز پر کوئی فتویٰ نہیں دیا ہے۔ موجود علماء نے فقہانوں کو ہدایت کر کے ان اختلافات سے فائدہ اٹھا کے غضب ہی بہا لیا ہے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے طریقہ نماز کو ناجائز بھی نہیں کہتا بلکہ کونج از اسلام بہر لیا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اس طرح نماز پڑھنی دائرہ اسلام سے خارج کی جاتی ہے۔ آئین بالکل بے خود فقہانے بھی زیادہ دقت سے نہیں دیکھا۔ اصل میں وہ اصل اسلام میں داخل کر لیا گیا ہے مگر نہیں کہ کوئی شخص ایسے

فریق کی سجد میں چائیں اور کچھ کو نہ مانا ہوگا کہ اس کے آئین کے ساتھ وہ سب کو ان سے سلامت رکھے۔ مستغفر اللہ اس پر عمل کیا
 جیسے گا اور وہ جس تک ممکن ہوگا اس کی دولت و کرم سے اس کو نصیب ہوگا۔ لیکن یہاں تک کہ ہمارے لئے یہ نہیں ہو سکتا کہ
 اسلام پر مسلمانوں کے آگے موجود مولوی کی طرح ہر شخص کو نہیں دے سکتے۔ اس سے نصیب ہونے والے مسلمانوں کو
 نیکو رہا ہے اور کمال تک کا شیرازہ درہم برہم ہوا چلا گیا ہے۔ اور یہی ہی طرح سے مسلمانوں کی مسائل پیدا ہو چکے ہیں اور
 یہ ہیں انہیں غنی و نیک و باجا ہے کیا کیا کھانا اور کھانا کی مسائل کے غضب نہیں ڈایا اور کیا آفت مسلمانوں پر نہیں
 توڑی۔ سرپرستوں ہوتے۔ مددگاروں میں حصہ بانٹتی ہوتی اور مسلمانوں تک اس قدر سے مل کر کچھ بچا گیا کیونکہ یہ شخص بھی مسلمان
 کو غیر افراد میں بھی یہ آفت نازل ہوتی تھی مسلمانوں کو اور اس کی کو اس قدر بے وقار تک و باجا تھا تاہم اسلام پر عدم تیش
 اور کوئی خدا کا بندہ ایسا نہیں ہے جو اسلام کو اسلام کے لئے لڑے۔

کیا ہمارے ان جھگڑوں اور لڑائیوں سے رسول کریم کی کتب صوح خوش ہوتی ہوگی۔ انہی نبی کے لئے مسلمانوں کے
 کس طرح نجات و نادی کی بنیاد ڈالی اور ہم سے اسے کس سے پہلے دوی سے کچھ کچھ کے پھینک دیا اور اسے براہ راست کے لئے
 اپنے خزانہ زمان نبی کو کیا جواب دیں گے اور ہمارے اوائل کیا حال ہوگا۔ ہمارے حالات سے دنیا کے بعض پرستوں نے فائدہ
 اٹھا کے بہت کچھ مسلمانوں کو لوٹا ہے اور ان کے دشمن بن کر وہ فوضی کی ایسی ناریکی پیدا کی ہے کہ اب تو اس کے کوئی
 پر تو کے دیکھنے کے لئے ہی لاکھیں برس گئی ہیں۔ یہ خود غرضی کا جابل گروہ جو عام لوگوں کا پیٹھ و پیٹھ سے بڑا ہی غضب
 ڈال رہا ہے اس کے مخالف کی انتہا ہو چکی ہے اور اس کی پلٹا چنانچہ حد سے بھی گزر گئی ہے۔ اگلے ہم سے ضروری خیال کیا
 کہ اسلام پر بحث کر کے اس کی اصلیت کو بتا دیں تاہم عام مسلمانوں کو کچھ فائدہ ہو اور ان کی مذہبی حالت کی اصلاح ہو جب
 تک مذہب درست نہیں ہو گا دنیاوی حالت کسی اصلاح پر نہیں ہو سکتی خیالات پریشان۔ اصل و حوالہ۔ دلیلیں و ثبوتیں
 ہر گزوں کو اس سید ہو سکتی ہے کہ ہماری حالت درست ہوگی اور ہم کچھ بڑی کر سکیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تو بلحاظ دین کے ایک عجیب و غریب زمانہ تھا جہاں کسی آنکھ سے دیکھا اور نہ کسی
 کان نے ایسی خوشگوار آوازیں نہیں سنی جب دین کی تکمیل ہو چکی تھی کہ وصال باری ہو گیا۔ اب صحابہ کا زمانہ شروع ہوا۔ اگرچہ
 اس زمانہ میں فائدہ جنگیاں یا ملکی لڑائیاں شروع ہو گئی تھیں لیکن دین کے لحاظ سے ان میں کچھ بھی اختلاف نہ تھا جہاں تک
 کے تعلق سے لڑائیاں تھیں جو خطرناک جوشہ ہوتی آتی تھیں اور اس سے کوئی قوم غالی نہیں رہی۔ یہ جلدی خوش فہمی سے کچھ جان لگی
 لڑائیوں کو جن میں ذرا بھی مذہب کی آمیزش نہ تھی مذہبی مذہبی رنگ دہیں ورنہ غور سے دیکھئے اور تو ہر سے سمجھنے کے بعد معلوم
 ہو گا کہ مذہب کی جھلک بھی ان لڑائیوں میں نہ تھی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جہیز قوت امن کی ضامن ہوتی ہے اگر کوئی مخالف
 ہے ہرگز اس کی سلطنت میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی فرمانروا حملہ کرے گا تو اگرچہ میں فائدہ مل جائے گا
 اور جب تک پوری قوت سے حکمرانی چلی جائے گی امن ہو گا حال سے متعلق ہی عادت ہے۔ انداز ہے ایسا خیر تک
 رہے گی یہی نظرت ایک درجے کے حکام کے حالات کے لئے ہے۔ اس میں جو مسلمانوں کو ہر کار کو نہ سہ کے متعلق ہی ہے
 صرف اس لئے ہر کوشش کی مضبوطی و تہمت سے جھلکے ہوئے ہیں۔ اس سے جہیز نہیں کما سکتے اگرچہ ایک مذہبی امن میں غور کرنا

اور یہ امر کہ جو کچھ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ کسی خاص شخص کے لیے ہے یا کسی خاص مقام کے لیے ہے یہ بھی غلط ہے۔
 مشہور ہے کہ قرآن کی تفسیر میں جو کچھ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ کسی خاص شخص کے لیے ہے یا کسی خاص مقام کے لیے ہے یہ بھی غلط ہے۔
 یہاں دو قسم فعلی باطل نہ ہو جائے۔ سہ ماہی کا ہونا یا نہ ہونا اس کا سبب یہی ہے کہ وہ کلمہ ہے کہ ایک مہم
 چیز کا دوبارہ وہیں جانا ممکن ہو ورنہ یہ نامعین ہو۔

تیسری صورت اختلاف کی یہ ہے کہ ایک اصلی امر پر اختلاف ہو جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو تاہم لیکن اس کی تفسیر
 اور تفسیر کرنے میں علمائے اختلاف کیا ہو چکا ہے اس سبب کا اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ میں مع اور بصیر کی دو صفتیں ہیں اب
 اس میں اختلاف ہے کہ اس کے لیے مع اور بصیر دو کلمے کی کیا تفسیر ہے۔ ایک گروہ تو سائنس دانوں کا ہے کہ اسے کھانا چیزوں کو
 اسے معلوم سے جانتا ہے جو سمجھنے یا دیکھنے کے لائق ہیں۔ بعض کا یہ قول ہے کہ وہ دونوں علمی معنی میں ہیں۔ بعض کا یہ قول ہے
 کہ خداوند تعالیٰ معی ہے اور علم ہے لہذا وہ کہنے والا ہے اور بصیر جو کہتا ہے کہ وہ ہے کلام ہی کرتا ہے لیکن بعض کا یہ مفہوم ہے
 کہ ان صفتوں سے وہ معنی مراد نہیں لیں جو ان سے معلوم ہوتے ہیں بلکہ ان صفتوں کے اثر اور کام مراد ہیں۔ بعض کا یہ
 سے صفات تک اور بصیرت و رحمت۔ غضب اور جو دین کوئی فرق نہیں ہے اور نہ احادیث سے ان میں کوئی فرق ہے۔ بعض کا یہ
 بعض کا قول ہے کہ ان میں خدا کی ذات واجبہ ہی ہے سب امور موجود اور قدیم ہیں اور علم نامناسب تعلق میں کہ ان میں
 اور غضب کی صفت موجود ہے لیکن بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ ان صفات سے وہ معنی مراد ہیں جو ان کے مناسب ہیں۔ بعض کا یہ
 عرش پر شہریت سے اس پر غالب آکر اسے اور جو ہے ذات مرہ ہے ایک اور فرق ہے جس نے ان میں کوئی فرق نہیں ہے
 حال پر چڑھ کر اسے اور صاف کہنا اگر ان الفاظ کی مراد کو ہم کو نہیں سمجھتے تو اسے غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان میں
 کوئی شک و شبہ نہیں اور نہ وہ معنی نہیں ہے اس لیے ایک فرق کو دوسرے پر کچھ قیمت حاصل نہیں ہے۔ بعض کا یہ قول ہے
 اہم میں کہ اگر ان کی مخالفت نہ مادیوں کا وزن کیا جائے تو وہ بہت دو شک پہنچتے ہیں اور عام الناس کے لیے یہ امر مشکل ہے
 قرآن میں جو کچھ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ ہے اس پر اسے اس کی تفسیر میں اس پر اسے اس کی تفسیر میں اس پر اسے اس کی تفسیر میں
 اس کے لیے کہ یہ کلمہ ہے اس پر اسے اس کی تفسیر میں اس پر اسے اس کی تفسیر میں اس پر اسے اس کی تفسیر میں
 کیونکہ وہ اسے اسے اس کی تفسیر میں اس پر اسے اس کی تفسیر میں اس پر اسے اس کی تفسیر میں اس پر اسے اس کی تفسیر میں
 میں اسلام کی تفسیر کی ہے کہ علمائے امت کا اختلاف سبب بحث تفسیر کیا گیا ہے۔ اسلام فی نفسہ
 جگہوں اور شخصوں سے پاک ہے اور اسلام نے اس اختلاف خیر مسائل کو فراموشی کی نظر سے نہیں دیکھا ہے بلکہ
 خداوند تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس میں اختلاف ہے اس لیے اس کے معنی ہر شخص نے اپنی مدد سے اور اپنے خیال کے مطابق خود
 ہی سمجھ لے۔ دوسرے کا یہ قول ہے کہ یہ کلمہ کسی خاص شخص کے لیے ہے یا کسی خاص مقام کے لیے ہے یہ بھی غلط ہے۔
 قرآن مجید کا بہت بڑا حرم ہے کہ وہ ہر شخص کی فہم کے مطابق نازل کیا گیا ہے اور ایک جاہل و دیو سے بیکار
 فاضل فلسفی تک اس سے اس کے مطابق تفہیم کر سکتا ہے۔ اسلام نے ہر فرد بشر کی فہم کے مطابق نازل کیا ہے۔
 وہ ہرگز نہیں کہتا کہ اس کی فہم کو بیکار کر کے دوسروں پر چھوڑ دے۔ انہی میں خداوند تعالیٰ سے کام نہ لے کر

نہیں لگ سکتا۔ اس صحت میں وہ باتیں ہیں ایک بات تو روحانی زندگی اور علوم مرتبہ سے خلق کرتی ہے اور دوسری
 جسمانی بدن اور زندگی سے متعلق ہے۔ مسئلہ کہ یہ تہذیب خدا تعالیٰ کو دیکھا اس سے باتیں کیں اور باتوں میں ہمہ جہت کے
 درمیان جن امور گفتگو ہوتی ہیں وہ روحانی ترقیات امتداد کے لیے تھیں۔ خدا کو جس طرح دیکھا اس سے
 باتیں کرنا کہ جس حال میں ہیں۔ وہ اس کے آخر الزمان میں تھے۔ حدیثی نسخ میں اس سے زیادہ غرض تھے کہ تہذیب نہیں
 تھی۔ اس میں ہے کہ ان کا متفق حد سے زیادہ باقی اور میں نے دیکھا ہے کہ اسے معبود کو اپنی ظاہری انگلیوں سے
 اور اس سے باتیں کرتے ہیں اور ان کی باتوں کا جواب دیا جاتا ہے۔ یہ بیان ہر جہت میں ان کی تہذیب کی گواہی ہے
 دوران پر رفتوں کا وعدہ نہ کرنا کہ اسے گمراہ نے اسے خداوند لوگوں کی اس حدیث میں سماعت بیان فرمادیں اور
 میں کہ عبادت گاہ میں ہی مصروف رہا جائے۔ عربانی عقلی کا یہی خیال رکھا جائے۔ امتداد کو مطلقہ و غیر مطلقہ کے لئے
 وگوں سے بے تکلفی پایا جاتا ہے۔ مسئلہ کہ یہ کئی اصل خواب و ہمداری کا مخلوق خدا کی اصلاح سے خالی نہیں ہوتا اس حدیث
 جتنا فائدہ کیا جائے گا۔ نئے اسرار اور مدنی خواہش کا کھنکھاتہ ہونا چاہئے گا۔ یہ ہیں شریعت کے رد میں کہ اس حدیث
 شخص کا کام نہیں ہے۔ اس کے لئے خواہش خوب کی ایک ہی بار کی حالت بیان فرمائی گئی۔ حقیقت آپ کی ہنگاموں کے ساتھ
 ہر وقت خداوند تعالیٰ رہتا تھا۔ اس کا ساتھ آپ کے دو شاہوں کے بیچ میں تھا۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ دنیا کا کوئی کام جس
 خدا کا ساتھ اس میں شریک نہ ہو سکتا ہی تھا۔ تو اسے فیصلہ کیا ہے کہ خدا کا ساتھ جب میرے شانہ کے
 میں ہے تو اس وقت مجھے خدا کے تہذیب سے اپنی ذاتی فضیلت کا راز معلوم ہوا۔ اس حدیث سے یہی مطلب ہوتا ہے کہ خدا
 کے ساتھ ساتھ کسی شخص کا ساتھ نہیں دیتا جس کے کاموں میں ذاتی خواہش چھپے ہوئے ہوں اور جس نے مخلوق خدا کی
 اصلاح و ایمان سے جرم نہ پایا۔ یعنی اسے کی طرف وجہ زندگی ہے۔ میں اسلام مجھے ہی بتاتا تھا کہ اسے اور اس چاہتا
 تھا۔ نئے نئے لازمات کا ہم کر کے اپنی انسانی شرف کو بھولتا ہے۔ خداوند را خدا کو کہتے ہیں کہ خدا کے ساتھ ساتھ
 جنگ و تہذیب میں جو لوگ خدا کے لئے ہیں جو قرب میں جو شخص اپنے نفس کی اصلاح کرتا ہے اور اسے ہر جہت سے
 لوگوں کی اصلاح میں لگاؤ کرنا ہے تو تہذیب ہرگز اس کے لئے دھاکڑ کرتے ہیں کہ اسے من لوگوں کے کہیں لگاؤ
 اصلاح میں ہے۔ یہ تہذیب کی ذات ہے۔ اسے نفس کی اصلاح جو اور ہر ذاتی مخلوق کی اصلاح کی ہوتی ہے اس
 ہمہ جہت اصلاح میں۔ خداوند کے تہذیب کے ایک کے کسی ہر ذاتی کو وہیں جس جہت سے اور ایمان کی صورت سے تہذیب کا
 کو اسے تہذیب ہر جہت سے کام نہیں لیا اور خداوند تعالیٰ نے انسان کی حالت میں مصدقہ کئے ہیں
 تو ہر خلق کی غایت ہے۔ اس تہذیب میں لوگوں کے لیے دنیا کی اور ہر عوام الناس کے خیال میں کہ یہ تہذیب
 رکھتی ہو گھبراہٹ میں۔ خداوند تعالیٰ نے ہر خلق سے دیکھا ہے۔ تہذیب کیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی ہے جو تہذیب سے
 اپنی تمام عمر خدا کی مخلوق کی اصلاح میں لگے۔ اس انسان کی غایت ہے کہ اسے ہر جہت میں تہذیب میں ہر جہت میں تمام
 سے جاسوئے۔ خداوند تعالیٰ نے ہر انسان سے اس تہذیب سے ہمدردی کی طرف خوشی دہی وہیں اس تہذیب میں ہر جہت
 ہو کہ میری جنت میں آنا۔ اس تہذیب میں ہر جہت میں اس تہذیب میں ہر جہت میں اس تہذیب میں ہر جہت میں اس تہذیب میں ہر جہت میں

سجود زمانہ میں خاص ہندوستان میں جس صورت سے کوہلاہ میں یا جاہ سے وہ اسلام میں ہے جو قرآن میں کرتا ہے
یا جو اسلام کو آغاز میں جری میں ہو چکا تھا اس کے بعد نہ کہ سے اس قدر خوف کھائے تھے کہ ایک اشارہ بھی غلوں کے
کے کام میں نہ کرنے دیتے تھے بلکہ خود کے معامل کے بعد جب مسلمانوں میں دقت کے بچے آئے جمع ہونے لگے
جان آنحضرت کی کسی شخص کے دھڑلے لگا کر رہتے تھے اور نہ صرف غلوں کی غلطی دیکھا کہ اس دقت کے بچے جمع ہو چکا
شوق عالمگیر ہو چکا تھا اس کی وجہ سے ان کی حالت کے ضعیف ہونے کے زمانہ میں اس دقت کی پکشتن ہوئے لگے
آپ نے فوراً اس دقت کو بچنے کے لیے حکم دیا کہ ہر مسلمان اور یہ تھی جو حدیث میں آئی اگر اس زمانہ میں کوئی ایسی بات
کی جائے تو اس شخص کو پھانسی سے چھڑک دیا جائے گا اس کے بعد میں کن کی عیب کیفیت سے وہ وہاں اور مصر کی
شرک میں مبتلا ہیں اور ان کا وہاں کے لوگوں سے بھی برا ہو رہا ہے جن کا ذکر بار بار قرآن کریم میں آیا ہے کہ کچھ مسلمانوں
کی حالت ہی اگر اس سے بھی بدتر ہو جائے تو ان کی سزا ہے ان کے اعمال نے اسلام پر دھبہ لگایا ہے اور ان کی خدائے
عادات نے دین خدا کو بدنام کر دیا ہے مسلمانوں نے اپنی قسمت تبرک کے سروں نذر پیروں فقہروں مجددوں اور
عجزوں کی تسمی میں دے رکھی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم پر آفت یا سزا کی باطنی نصیب ہوگی بغیر ان کے کہ وہ اس
کے ممکن نہیں غیر تو ہیں جب مسلمانوں کی یہ کیفیت دیکھی ہیں تو انہیں معلوم ہوتا ہے اسلام ہی تسلیم کرتا تو اسے اور
کامیابی جو مسلمانوں میں چلا جاتا ہے وہ بے ثباتی ہے خدا نے قادر و مطلق کے آگے ان سے زیادہ قادر و باری
کون ہو گا جن کے اعمال کی وجہ سے اس کا دین بدنام و صواب ہو چکی ہو تو ان کو قدم شریف کھانا اور ہر اس نتیجہ کے
کو عیب نہ کرنا اور بعض اہل اور غلط روایات سے اس کی تائید کرنا۔ قرآن کو آشوب شکی اور کلمہ بدوں کی عمارت سے
وہ ہشتانی اور زونو جو خدا سے حقیقی کے آگے جھکنے کے لئے مخصوص تھے گئے ہیں سخت سے اس سے بڑھ کر
بڑیوں کے آگے بھگانا مختلف طاوون ہر پہلو باغینا اور ضحائی جزا نامہ ساری باتیں منافی توحید ہیں اور مرنے والے عیب
انہیں کچھ بھی حلق نہیں ہے اسلام حکم نہیں کرتا کہ کسی شخص کی قبر تخت بنائی جائے یا مقبرے پر کثرت شدہ درویشی یا عیب
حضرت علی جب تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے ہیں اور آپ نے مسجد نبوی میں خطبہ پڑھا ہے تو سب پہلے یہ ارشاد کیا تھا
کہ میں اپنا پہلا فرض بھگتا ہوں کہ ان قبروں کو جو خدا سے زیادہ مجاذر گئی ہیں اور ان قبروں کو جو تخت بنائی گئی ہیں سدا کردہ
ہر مسلمان خیال کر سکتا ہے جب حضرت علی کا یہ حکم ہو اور آپ نے اولیٰ انی ارعنا ہے قطب میں یہ فرمانا ہو پھر انہیں انسان
مقبروں کا قایم کرنا اور ان کی پریش کرنا کس قدر نافی ہلاک ہو گا۔ اگر تمام مزار زندہ کر دیے جائیں اور شریعت خدا کے حکم
کے مطابق انہیں زمین کے برابر کر دیا جائے اور ان کے مسلح کی قیمت سے حدیث قرآن کے مدارس کو ملے جائیں تو
مسلمانوں کو بہت فائدہ ہو شرک کی بنیاد اکثر کے ہٹ جائے اور یہ توحید میں جو امن قوت مروجہ ہو رہی ہے جان آ رہے
اگر حضرت عمر با حنظل علی جیسا خلیفہ پیدا ہو تو ابھی اس پر سدا رہا ہو سکتا ہے۔

ہندوستان سے اب ایک شہر میں بھر کے دیکھ تو اب یہاں حالت مسلمانوں کی معلوم ہوگی۔ اسلام ان کے
قدوں سے بچے لگا رہا ہے اب وہ وہاں سے اسے پاتال آ رہے ہیں خاص پنجاب میں کئی

ایسے سرزمین جو باطل فریبی ہر اور ان میں کبھی کوئی دفعہ ہی نہیں ہوا محض دنیا طلبی کے لئے دکائیں کہول کبھی ہیں اور شب روز اسلام کی روشن تعلیم کو مٹایا جاتا ہے کسی تعلیم کو کس کی تہذیب اور کتاب کی جدید قریاں اور مسلمان قوم کی دہاں دہاں تھریں ان لوگوں کے کانوں تک ہی نہیں پہنچیں مگر وہ مسلمان ایسے ہیں کہ جنہوں نے ان کی دیکھا تو کجا ان مسلمان قوم کا نام تک نہیں سنا انہیں کچھ فریب نہیں کہ انہوں کی کیا کیفیت ہے بہترین کا انجام کیا ہوگا وہ کس طرح بہرہ دہوئے جاتے ہیں اور ایک دن سٹ جائیں گے یہ سن کے تعجب ہو گا کہ جب ترکوں اور یونانیوں کی جنگ ختم ہو گئی ہے اور مجھے بعض حصص مہدیں حاصلے کا اتفاق ہوا کسی مرتع پر یونان اور مصر کی جنگ کا ذکر آیا تو کسی مسلمان سخت تعجب سے دریافت کیسے لگے کہ نائیں لڑائی کبھی یونان کا حصہ تو اٹل پچا پہرہ دم کیوں کر لڑا۔ ہو سکتے ہی سنا سنا آیا اور مسلمانوں کی ماہر حالت سے سخت حیرت ہوئی حالانکہ یہ مسلمان عربی فارسی فارسی پڑھتے ہوئے تھے۔ اگر کل راہ و اخبار کی اشاعت کا اندازہ کیا جائے تو شاید پاس ہزار سے زیادہ ہوا گریہ تھا کہ کم معلوم ہو تو ایک لاکھ کروڑ تو گویا چھ کروڑ ہندوستان کے مسلمانوں میں صرف ایک لاکھ مسلمان دیکھتے ہیں ان میں ایک دو ہزار ان مسلمانوں کی تعداد بھی شریک کر لی جائے جو انگریزی اخبار دیکھتے ہیں چلو بس فراغت ہوئی پھر نہیں سمجھیں اس کا اس عام تعلیم ہونے کے زمانہ میں جب یہ کیفیت ہوئی تو بہرہ دہاں تعلیم یافتہ جماعت تہذیب و دانش کی کان ہزار ڈال سکتی ہے۔ مسلمانوں سے باطل ملیوسی ہو گئی ہے اور کبھی امید نہیں ہو سکتی کہ وہ حالت درست کریں گے مسلمانوں میں بت پرستی کی صدا رسوں مروج ہیں اور وہ ایسی باتیں ہیں جن سے اسلام کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ اسلام ایسی شریک اور بت پرستی کی باتوں سے باطل پاک ہے اور مسلمانوں کی غالی ہرگز اس پہرہ کوئی فریب نہیں ڈال سکتی تمام ہندوستان میں ہر کے اس بات کو یقین کر لیا ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی حالت ایسی خراب ہے کہ کبھی نہ ہوئی تھی ان کے پیشوا انہیں دن دیوے لوٹ رہے ہیں اور صرف ان کے کاٹھے سپینہ کی کمائی پر بقا صاف کر رہے ہیں بلکہ ان کے مذہب کی کچھ پونجی پر بھی دست شفقت نہیں ہر شرع کر لیا ہے۔ ہزار ہا جدید مزار پر کچھ درہزاروں دفنی شخصاء کے حوس ہونے لگے حضرات میں اور بھی غضب نازل ہے دفنی قبروں پر ہر بدستی سجدے کر کے جاتے ہیں ایک غضب نازل ہو رہا ہے اور کوئی نہیں پوچھتا کہ خیر کیا آفت ہے اسلام نے تو ان باتوں کی کبھی تعلیم ہی نہیں کی تھی بہرہ باتیں مسلمانوں میں کیوں کر پیدا ہو گئیں صرف اس لئے ہو کہ ہمارے پیشوا علیہ السلام اور عبد الدینار بن گئے۔ دینی دکائیں ہزاروں نکل گئی ہیں اور صدیوں نے خدا سے مطلق دوا صد کے افسانوں سے پیڑیں اور مولویوں کو سوچ دیتے ہیں۔ بس مشکل کشا ہیں تو وہ ہیں اور حاجت روا ہیں تو وہ ہیں ان کی قدرت کی کوئی ہمتا نہیں حوش ان کا کہی ان کی فرشتے ان کے کائنات ان کی اور خدا ان کا۔ بعینہ وہی کیفیت ہے جو یہودیوں کی قبل از اسلام اور عیسائیوں کی باہر میں تیرہویں اور چودھویں صدی میں تھی۔ اسلام میں ان باتوں کا پتہ نہیں ہے اور نہ اسلام کبھی اسنے اور کو حاکم نہیں رہا ہے۔ اسلام تھا قدر پامان لانے کا حکم کرتا ہے اس نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ خدا نے تعالیٰ کو ذاتی اور ذاتی علم تمام ان چیزوں پر محیط ہے جو موجود ہیں یا آئندہ موجود ہوں گی یہ خیال ہے کہ اس وقت کسی ایسی چیز کا وجود نہ ہو اس کے پیش میں نہ تھی وہ سب پر محیط ہے۔

[illegible]

میرزا کو عداوت سالک بس گفت : واپس چل کر با دو فروش انکجا شنید
 سال : نماز پڑھتے وقت اپنے پروردگار کی معرفت میں سغرق ہو جاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ جو حالت میں
 سال : یہ حالت خدا کی خلعت اور اپنی خاکساری کے انہار سے ان احوال اور احوال کے ذریعہ سے
 سال : ارادہ میں مناجات کو کرنے کے لئے سغرق میں ہو جاتی ہے نماز میں پہلی صدیقین میں (۱) خدا کی بزرگی اور جلال و کبریا
 سال : جزی۔ (۲) خدا کی بزرگی اور اپنی خاکساری کو سچے دل سے ظاہر کرنا (۳) اس خاکساری کی حالت کے مطابق
 عبادت پر آداب کا استعمال مثلاً انکشاف سے کیا اوجھا ہے

افاد لكم الغناء متى ثلاثه عيدي ولساني والضمير المحييا

یہی تہا ساری خستوں کا خاندان میں جنہوں کو گنہگار ہے ناخدا اور زبان اور پوشیدہ دل کو نہ نماز کی تاکید قرآن مجید میں ہر جہاد میں پائی ہے اور نا نماز ایک ایسی چیز ہے جس سے ایک لمحہ بھی دل الگ ہے پڑھی ہے اسی کا دل خوب جانتا ہے اس میں شک نہیں کہ مومن اور غیر مومن کی شناخت صرف نمازی سے ہے اور یہی رسول کریم نے ارشاد کیا ہے گناہ میں غلغلہ نہ ہونی چاہئے کیونکہ یہ گناہ ہوا اور زیرِ رحمتی نگاہیں الہی حائیں نمازی کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا کوئی بھی کسی سے نہیں کر سکتا۔ قریب نہیں دیکھتا اور نہ دیکھتا کہ مالِ غضب کر سکتا ہے جیسے پہنچ وقت خدا کے آگے حاضر ہونا چاہئے اور اس کی شناخت پڑھنی چاہئے وہ کس طرح کوئی گناہ کی بات کر سکتا ہے۔ مگر جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور دنیا کے عام عیب کرتے ہیں اور علوانا پہنچ وقت کھڑے ہو کر کھڑے ہو کر لیٹے ہیں ان کی واقعی نماز نہیں ہوتی ان کا پڑھنا اور نہ پڑھنا یکساں ہے رسول کریم نے باہلِ صبر فرمایا ہے کہ ایک زمانہ وہاں تھا کہ نمازیوں سے مسجد میں بہر حال میں لیکن نمازی کوئی نظر نہ آئے گا کافی بھگت پہنچ نہیں گئی تھی جو اس زمانہ میں پوری ہوئی اصرہم اپنی آنکھوں سے اس پیشین گوئی کو پورا ہونا دیکھ رہے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں اور بت پرستی کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور دنیا کا کامی کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور چوری کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور جوئی گواہی دیتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور بے گناہوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ زنی اس وقت نہ مانگو ایک ملٹی ناز کا ہے اور اسی کی آڑ میں بہت آزادی ہے۔ جی بہرے شکار کر لیا جاتا ہے۔ ایسی غلغلہ کو بھی نماز میں لکھتے بلکہ ایک تمام کاجرم عظیم ہے اور بہت بڑی توہین ہے۔ اسلام کے سب سے بڑے گنہگار کی بانی ہے ناخدا میں پانچواں دن کی تسبیح۔ اسے میں گناہ پڑھا ہوا۔ ایسی ڈاٹھی۔ بچا کرتا۔ ٹخنوں سے اچھا پانچا سہ۔ یہ خاص صورت ہے اس شخص کی جس نے دنیا طلبی کی دہن میں خدا کی طرف سے پیٹ پھر گئی ہو اور اپنی بزرگی اور

مقدس کی عظمت دے کے اپنے کو بزرگ مسلم تسلیم کرتا ہو۔ اگرچہ اس قسم کی وضع کسی زمانہ میں بزرگان دین اور اولیائے کرام کی ہوتی ہوگی مگر اب قریشیہ شخص کی نسبت کسی بھی بزرگی کا خیال نہیں ہو سکتا الا ماشاء۔

ایک غریب ذکاوت کا چارہ تھا۔ یاد آئے گا کہ اس نے اقدس صدا بیٹا ہزاروں کو قتل کر ڈھاتا اور اس کی تلوار کبھی دستبرد کے لئے پہنچنے سے نہ کی اور نہ ہی صدمہ بھی کی گزروں پر مگر شخص ناز کا اس قدر پابند تھا کہ ایک وقت کی ہی قضاء ہوئی تھی ایک دفعہ اس نے بہت بڑی برکت کوئی اور اس نے چند عورتوں اور کچھ بصرہ میں لوگوں کو قتل کر دیا جو کہ اس کا بیٹا کسی قدر کلمہ تھا۔ پچھوئے چھوئے بچوں اور بیباک عورتوں کو اس سے قتل کروانا تھا جب اس نے ایک فوسلہ بچہ کی طرف اپنے بیٹے کو جانے کیلئے کہا تو اس کی روح کانپ گئی کیونکہ وہ بچہ خوف کہا کے اپنی ماں سے لپٹ گیا تھا اس کے چمکنے میں اس پر رحم فرما کر اسے اس کے کو نام و لکے تہہ مارا اور اس صدمہ بچہ کو اس کی ماں سے زبردستی چٹا کے وہیں زمین پر لٹا یا اور لگے لگے کچھ غریب بچے اور کہا دیکھا اس طرح کیا کہ کہتے ہیں عرض ہی تھا ہی ہے سب کو قتل کر کے وضو کیا اور ناز پڑھنے کھڑا ہو گیا کیا ایسے شخص کی مانند قحی کوئی وزن رکھتی ہے اور کیا ایسا شخص نے الواقع خدا سے ہتھ پڑھتا نہیں کرتا۔

خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں صاف فرمایا ہے کہ ناز بڑا بڑا ہے مگر جن نازوں نے بڑوں سے باز نہیں رکھا وہ نازی کیا ہوئی نازیوں سے بڑے بڑے اسرار الہی ہیں اور انہیں ایک عارف کی آنکھ اچھی طرح دیکھ سکتی ہے۔ نازی بچوں کا کہل نہیں ہے جتنا پاک اور صاف دل سے خود کر کے نازیوں وہ وہ واقف اور شریعت کی لڑکیاں مل ہوتی ہیں جلی جانیں گی کہ معمولی طور پر ان کا خیال بھی کرنا محال معلوم ہوتا ہے۔ مسلمانوں پر ایک غیر ترقی یافتہ سے خداوند تعالیٰ نے تمہیں وحی ہے اس کو دے اور اپنے سچے بھائی کا شکریہ ادا کرو اور کہہ دو کہ تمہاری باری تمہارے کا کسی ایک بہت بڑا بڑا ہے سچ ناز سے نزل کے آئینہ کا معقل اور روحانی ترقی کرتا ہے۔ اگر دنیاوی بیرونی عزت رکھتا ہے تو اس سے روکتا ہے ایک سچا نازی یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ پہنچو۔ جب عین کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ ایک نصف اور تمام جانوں کا ایک حاکم۔ جو اور جس سے غنائت کی کوئی تہہ نہیں ہوتی۔ اس خیال کے آئینے کے بعد ممکن ہے کہ وہ جوش ہوئے یا کسی کا حق غصب کرے یا کسی کو بھارت سے روکے یا کسی کو غلامی میں رکھے۔ غلام مرضی باری تعالیٰ کرے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ ایسا بہت باز اور رسم شخص دنیاوی نازیوں کا ہے۔ ایک مذہب کے تقدس کا سہاوی ہوگی۔ جو سچی نازیوں پر ہے وہ خدا اور اس کے رسول کے ساتھ صفائی کی ہے جس تمام تہہ سجدہ کیے ہوئے گزر جائی ہے لیکن منت کا طوق ان کی گردن سے کسی وقت بھی جدا نہیں ہوتا۔

(زکوٰۃ)

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ والذین یلکزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم عذاب الیم۔ یوم بھی جہانم ناز بھگدور فکوی بھاجا بھم وجنوبہم الخ یعنی لوگ مونا چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور اسے بھخامین نہیں خرچ کرتے انہیں عذاب کی سخت خبر دے قیامت کے دن ان کی پٹیاں ایاں اور پہلوئی سونے اور چاندی سے جہنم کی آگ میں تپانے کے دفع سے پائیں گے پتھریہ ہے ان لوگوں کے لئے جہنم پہنچ کر کے

سادہ خدایں نہیں فتح کرتے سداہ خدایوں کی ان ضرورتوں کو کھڑے ہیں جو دنیا و زمانہ سے لائق ہوتی تھیں ہی بلکہ سادہ قوم کے
 قوم کی ایسی ضرورتوں پر خیال جمع نہیں کیا اور سنا سنا جانے لگے تھے دیاتو بے لگوں کی سزا تھی وہ ہو گئی جتنا خدا تعالیٰ
 نے جو فرمائی ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ ایک شخص نے محنت کر کے وہ پیچ کر لیا کسی کو حق مال نہیں ہے کہ اس سے
 روپیہ کے لئے میں غیور بنی تو اسے اس کا دل نہیں چاہتا کہ وہ میرے دسے اس قوم کی اس سے کچھ مدد کرے۔ بات یہ ہے کہ
 روپیہ جو کسی دولت مند کے لئے کیا ہے فی الحقیقت اس کی ذاتی محنت کا نہیں ہے بلکہ اس نے اپنے ہم قوموں کی مدد و محنت
 سے یہ فائدہ اٹھایا ہے۔ دنیا میں ایک دولت مند ہی ایسا نہیں ہے جو ثبات کر کے کہ صرف اس کی محنت سے کل روپیہ پیدا
 ہو جائے ہر دولت مند کے روپیہ کے ساتھ سکین مزدوروں کی گائے سپینہ کی لگاؤ کا حصہ شامل ہے مگر بے زبان مزدور
 اپنا حق پسینا بیک کرتے تو محض نامکس شاکر کوئی شخص روپیہ جمع کر سکتا جو نگہ ہر دولت مند کی لگاؤ میں ان محتاجوں کا حصہ
 ضرور ہوتا ہے اس لئے ہر روپیہ دسے کا فرض ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو قوم کی مدد کرے اور جہاں تک اس سے ممکن ہو
 اس میں کوئی کسر نہ کرے۔

یہ ایک بہت بڑی حکمت بالغہ تھی اور قوی ترقی کی اس سے زیادہ کوئی دلیل ممکن نہیں ہو سکتی۔ اس خداوندی حکم سے
 میں طریقہ خیرات بہت ہی شد و دسے جاری ہے اور یہ سچ ہے کہ مسلمانوں سے زیادہ دینے والی دنیا میں کوئی قوم نہیں ہے
 ان کے خیرات کو دینے والے اور دینے والے یہ ہے کہ اس ناداری اور غلبہ میں ہی مسلمان فقرا کی تعداد بہت زیادہ ہے یہ صرف
 ان کے دینے کی وجہ ہے کہ اس قدر غلبہ دیکھا دیتے ہیں اگر حقیقی اتحاد کیس تو ایک شخص ہی بیک مانگتا ہوا نظر نہ آئے۔
 اب صرف دیکھنا ہے کہ ان بازاری خیروں کا دینا کچھ نواب ہے اور دینا ان کی اس حالت میں مدد کرنا کرب سے لے کر
 اور قوی میں قیامت کے دن نواز دے گا۔ لے کر آگے نہ بڑھنا۔

مسلمانان ہند کی برادری کے لئے یہ نصاب درج ہے کہ ان کا گوارا روپیہ سالانہ ہر چار برس
 ہوتا ہے۔ بات یہ کہ انہیں کوئی اجناس کا نہیں ملے گا۔ وہ روپیہ جو ان کا جزو زندگی ہے بڑا چھوٹا ہے بلکہ کوئی نگہ نہ کرے
 نہیں کیسا ہیں دیکھتے وہ قوم کی ایک دھڑک اٹھ کر کھٹے کھٹے آتے آتے کہیں کوئی میں ڈال دے ہیں جن کا حق سادہ سے
 اور پھر نہیں سمجھتے کہ قیامت کے دن بائیں کیچا نہ لگی اور انہیں اس کی کافی نذر لے گی کہ قہر جزو زندگی کو کوئی ناپا۔
 مسلمانان ہندوں روپیہ اپنے پر دل کو دیتے ہیں جنہوں نے نجات دلوائے کا ان سے وعدہ کر لیا ہے۔ مسلمان خیر ضروری سب
 بننا اس لئے میں روپیہ خرچ کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جنت میں ہمارے لئے سو فی کامل تیار ہو رہا ہے مسلمانان ہند روپیہ نذر
 کی غرضیں خرچ کو دیتے ہیں جو فرمودہ رسول کے باطل خلاف ہے۔ مسلمانان دنیا پرست سولہویں کا گھر بے ہوش نہیں ملے
 اسلامی دنیا میں ایک دھم چلا رہی ہے۔ مسلمانان سوئے تانے خیروں کو دیتے ہیں انہیں ایک پیڑ ہی دنیا کی سچ
 جائز نہیں ہے۔ مسلمانان غریبی و غنی تعزبات میں رہتے تو اپنی لگاؤ میں اپنی خوشی میں کہ ہم نے جنت کے ایک حصہ
 قبضہ کر لیا تو وہ۔ مگر ہیں جنہیں غریبی خیال کر کے وہ پیڑ لٹاتے ہیں اور ان کے علاوہ وہ دسے ہیں جنہیں وہ خود شیطانی
 سمجھتے ہیں لیکن روپیہ برباد کرتے ہیں فدا ہی پس روپیہ نہیں کرے کاش ہندوستان کے مسلمانوں کے احتیاجات ایک سال

روان کیا و پیدار کیا۔ لہذا فصل اولیٰ کا اختتام و قلمبند ہوا۔ اجماعاً یعنی سائنس یا پیدا کرنا نہ دشواریاں لوگوں کی خوش نما
نہ متفقہ نہانا اور اب ہم ہمیشہ موافق رہنا اختلاف ذکر کرنا پر حصہ بہ طور ارشاد کو کرتے ہیں

یعنی قرآنیان بڑا نئے کو پیدا ہوئے ہوں نہ دشواریاں پیدا ہو گئے کو حضورؐ نے جو نہایت کی کوشش کی ہے کہ اس
میں آسانی پیدا ہو اور آپؐ اپنی کوشش میں کامیاب ہی ہوئے آپؐ کی کامیابی کا واسطہ ہے جو نہایت کی کوشش کی ہے کہ اس
میں ہر گل اکابر اسلام سمجھ کے چلا جاتا تھا اور وہ بارہا اسے دریافت کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی اس سے زیادہ
اور آسان مذہب کیا ہو سکتا ہے۔ موجودہ زمانہ کا وہ اسلام ہے کہ اگر مفید شخص ہی پہنچا جائے گا جب ہی برسوں میں
ہی نہیں سمجھ سکتا چوائے کہ ایک بے لکھا پڑا سمجھ کے کیا آسان اصول ہیں خدا کو ایک جالو عمر عربی کو اس کا مرض نبی مانو تو
دو روزہ آخرت پر ایمان لکھو۔ نماز پڑھو اور سے مکہ لو اور استطاعت ہو تو عمر میں ایک باغ کرو۔ بس یہی اسلام ہے اور یہی
دین خدا ہے۔ کسی مجتہد کا یہاں کام ہے اور نہ ہدایت کے لئے کسی میٹروں کی ضرورت ہے۔ پیر پستی گو پستی یا کو سالہ
پستی کے یہ معنی ہیں کہ اصول اسلام کی جو بات نہیں لگی نہ اسلام کو مجتہدوں کے اختلافی مسائل سے غرض اور نہ لگی لڑائیوں
سے اور نہ حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو اسے اسلام سے کیا تعلق تھا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علیؓ کو امام
وجہ کی لڑائی ہو تو اسلام سے کیا تعلق امیر معاویہؓ حضرت علیؓ سے لڑے تو اسلام سے کیا واسطہ علماء لاکھوں اختلاف سے
تفسیر اسلام کو کچھ ہی خلق نہیں ہے یہ ان کی ٹونگا دیاں تھیں اور جن کی انہیں ضرورت آپؐ ہی تھی ان کی کوئی بات قرآن مجید
آگے کچھ وزن نہیں کرتی جو کچھ انہوں نے کہا ان کی ذہنی دھڑکنے ہی جس کے سامنے کے لئے کوئی مسلمان مجبور نہیں کیا گیا
ہے یہ دوسری بات ہے کہ ہم اپنے قرآن کا حلقہ بگوش بنالیں اور انہیں ہندو کے ان کے ساتھ ہو لیں ورنہ اسلام کوئی
تقلید کا دینی معاملات میں نہیں ہی حکم نہیں لایا۔

۱۔ اسلام میں آسانی کی چند صورتیں ہیں، ۱۱، اطاعت کے لئے کوئی ایسی چیز نیک یا شرطنہ قرار دی جائے جس کا ادا کرنا لوگوں پر
بوجھ و ثقل ہو اس کی نسبت حضور اوزار شاد کر رہے ہیں۔ ۱۲، کلام اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللسانک عند کل صلوات یعنی اگر
مترجم اپنی امت کے لوگوں کے لئے حضور اوزار شاد کر رہے ہیں تو ہم تم کو اس کے کلمہ کا حکم دیتا ہوں، بعض امور طاعت غیر اسوہ صوم
کے قرار دیئے جاتے ہیں جن پر غم و مبالغہات کا باقی ہے ان امور کے ان امور میں داخل کرنا چاہئے جن کو لوگ اپنی نفسانی عقل
سے عمل میں لایا کر رہے ہیں مثلاً عیدین۔ عیدیم حضور اوزار شاد کر رہے ہیں کہ یہودی جانیں ہم سے منسوب ہیں کہ تہی و رست ہے۔
بڑے بڑے مجھوں میں اپنے کو رشتہ دینا اور عرصہ امت کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت کا طلب ہونا۔ ۱۳،
اطاعت میں وہ امور مستثنیٰ کرنے کا جس پر لوگوں کو بالطبع مرغوب ہوں تاکہ جس امر کی عقل و خواہاں سے طبیعت بھی اس کی
خواہاں رہے اور وہ فوٹو نہیں جمع ہو کے ایک دوسرے کی معاون بنی رہیں اسی وجہ سے مسجدوں کا گنہگار نہ ہونا۔ ۱۴،
مجدد کو غسل کرنا جو شیوہ کا ماسنون ہے۔ قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنا۔ اذان کا خوش آواز سے دینا سب سے زیادہ
۱۵، حیات سے لگے بالطبع منفرد ہوں ان پر سے گرائی و دو کر جائے۔ اسی لئے جوابی غلام کی امات مکہ و خیال کی تھی ہے
بالطبع لوگوں کی عادت ہے کہ اس قسم کی امت سے دل گرفتہ ہوتے ہیں ۱۶، وہ امور بحال خود۔ کہے جائیں جو اکثر

لوگوں کی طبائع کے موافق ہوں یا ان امور کے ترک کرنے سے ان کی دھنکی معلوم ہوتی جو چھپے سے زیادہ امانت کا مستحق سلطان وقت یا ملک خائن قرار دیا گیا ہے (۶) اس بات کا مندرجہ کر لیا جائے کہ لوگوں کو علم و فضل کی پیشہ پیغم ہوتا رہے نیکی کا حکم کرنا کہ اس سے اور منوعات سے دلگنا نہ ہو تاکہ لوگوں کے لوں پر ان امور کا نقش ہو جائے اور بلا وقت وہ تو اس کے مطیع رہیں (۷) حضور نے جن امور کا لوگوں کو حکم کرتے تھے پہلے خود ان میں سے فرماتے تھے تاکہ ہر ایک بات کی حجت ہوتی ہو جائے اور کسی کو چوں و چرا کی گنجائش نہ رہے۔ کیوں کہ حق سے لگاؤ و فعل کا اثر بہت بڑا ہے (۸) ہمیشہ سب کو فلاح کی عالی بارگاہ میں یہ التجا رہے کہ لوگوں میں تہذیب اور سبب تباہی آجائے اور وہ کامل بنائیں۔ (۹) ہر شخص بعد فائز کے بھی حق سے سزا ہی کرے اس کو ذلیل اور محروم کو دنیا چاہئے جیسے قاتل کو موت نہیں ملتا اور اگر وہ کی صورت میں طلاق کا فائدہ نہیں ہوتا یا یہی حالتوں میں تہبہ زبردستی کرنے والوں کی غرض حال نہ ہوگی تو وہ جبراً اکراد کرنے سے باز رہیں گے (۱۰) جن امور میں محنت اور شقت ہو ان کو آہستہ آہستہ شروع کرنا چاہئے۔ اسی کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں اہل وہ فضل سو قریں نازل ہوئیں جن میں فقط حجت و دروغ کا ذکر نہ تھا اور سب اسلام کا دار و وسیع ہوا اور اسلام کی طرف لوگوں کو حیل قلبی ہونے لگا تو حلال حرام کے احکام نازل ہوئے اگر اول ہی لا فتنہ ہوا لکھنا دشمن رب مت پیوں نازل ہوتا تو لوگ جنگ جاتے اور کبھی اس پر عمل نہ کرتے اسی طرح اگر لا فتنہ ہوا ازنا ذکر و نازل ہوتا تو وہ طبائع بہت بابت سے اس کی حامی چلی آتی تھیں کہی نہ انہیں اور سخت انتشار پیدا ہو جاتا (۱۱) خود حضور انوکھو فعل ترک کو دنیا چاہتے جس سے لوگوں کے دلوں میں طمطم پیدا ہو۔ اس سے لازم آیا کہ فتنے کے لحاظ سے بعض سبب امور ترک کر دینے چاہئیں حضرت عائشہ فانیہ نے تو لا احداثان قومك بالكفر لفقضت الکعبة و بنيتها علی ما س ابراہیم علیہ السلام یعنی اگر تیری قوم سے زنا نہ کفر کا پتہ نہ ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر تعمیر کرتا۔

۱۲۔ سبب ۱۲۔ یسویوں۔ وضو غسل نماز رکعت روزہ بیع و خیر و حکم دیا ان امور کو لوگوں کی رائے پر موقوف نہیں کیا اور جس کے لئے ارکان شریعت و آداب کو پوری طرح سے منضبط نہیں کیا گیا کہ تکمیل کے لوگوں کی عقلوں پر چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنی عقل سے ان مفطلوں کے معنی اپنی عادت کے موافق خود سمجھیں۔ مثلاً یہ تو بیان کر دیا کہ لا صلوا الا بائناحۃ الکتاب یعنی وہ فائز کے نماز نہیں ہوتی، لیکن حرف کے محتاج کی تفصیل نہیں کی جن پر سورہ فاتحہ کا تہنیک بطور پر پڑھنا موقوف ہو۔ اس سورہ کی تفسیر میں اور حرکات و سکنات نہیں بیان کئے اور نیز شارع نے یہ بیان کر دیا کہ استقبال قبلہ نماز میں شرع سے لیکن کوئی ہر قاعدہ نہیں بتایا جس سے استقبال قبلہ معلوم ہو سکے اور یہ بیان کر دیا کہ زکاة کا فاضل وہ سورہ میں بیان کیا اس کا کچھ ذکر نہیں کیا کہ وہ ہم کا کیا وزن ہوتا ہے اور جب اس قسم کی کوئی بات آپ سے دریافت کی گئی تو انہیں یہ جواب دیا کہ ان کے خیال میں تھے غرض حضور انور سے مصلحت یہی تھی کہ انضباط کے بعد اور امور کو آہستہ آہستہ کی رائے پر چھوڑ دیں مثلاً شارع نے استقبال قبلہ اور نماز عیدین کے اوقات معلوم کرنے کیلئے لوگوں کو علم ہوت یا بندہ سال فلان کے لئے تاکید نہیں کی اور اپنے قول لا اھلۃ باین المشرق والمغرب اذا استقل الکعبۃ یعنی قبلہ ہی ہے جو مشرق و مغرب کے درمیان کعبہ سامنے ہو جائے میں مثال کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا: لیس یوہیون لفظہ تعظیماً یعنی جو مفسر جمع کرتے ہو وہی جمع کا مومن ہے اور جو مفسر

اُس سے تیز۔ لیکن اسلحہ کروں چنانچہ آپ کے رنج و افسوس کا ہم سب اختیار کر لیتے ہیں کہ ہمیں بھی یہی مسئلہ
کی نسلوں میں ان کے بعد اگر حضرت امیل علیہ السلام کا طریقہ برائے نسل بعد نسل چلا آتا تا تمام نبی امیل ہی شریعت پر ثابت تھ
تھے یہاں تک کہ عربوں کی پیدائش اس شخص ملت امیل میں بہت کم ہو یہ وہ فقرات کے اندر نبی باہن وائل کروں۔
تہا بہت ہی سختی کی تائیں گئی تھی میں اس واقعہ پر بیان تک ذریعہ پہنچتی کوئی نہیں میں سوائے کفار و بت پرستی کے کچھ فرقہ وارانہ
تہا جب حضور زور و جوش ہوئے تو آپ نے نبی امیل کی شریعت میں جو کیا اس میں جو جو طریقے امیل کے ملک کی عوامی فہم
شعائر اقلیہ کے تھے ان کو باقی رکھا اور جن میں تحریف ہو گئی تھی یاہیں میں خرابیاں لکھی تھیں یاہ امرتہ و شرک کی حد تک پہنچے تھے
انہیں نیست و نابود کر دیا۔ اور جو عادات و جوہر کے متعلق تھے ان کی خوبیاں اور برائیاں میں طرح بیان کی۔ اور گ
رسمی لوگوں اور خوال سے امتزاج کر لیں۔ خواب سوس کی آپ نے مخالفت فرمادی جس میں سوس کی ترفیع اور
مسل راہی جیل سے ترک تھے ان کو ان کی اصلی حالت پر کر دیا گیا۔ یاہیں میں خدا کا اعلان کر کے اور خدا کا یہ جہاد

حضرت ابو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اہل جاہلیت بعثت انبیاء علیہم السلام تھے اہل کی مترادف کے قائل
نیکی کے تمام اصول پر ان کا اعتقاد تھا جو امور و ضائع قوم احمد حقان کے متعلق تھے وہ ان کے متبادل میں تھے۔ اور ان کے
تھے اور ان کے خلیفہ علیہ السلام تھے مثلاً لوگ غزوہ فاسقین اور مذاکرہ کاہنا۔ فاسقین جو ہاویں اور سب سے کم
کہتے تھے جو اہل انجیل کے خلاف تھے۔ فاسقین مالتیں ان پر غالب نہیں نہی ہو کا پاس کہ تھا یہ لوگ نلت کے دائرہ
پستے خارج تھے۔ فاسقین جو بدعتی متبادل تھے۔ مذاکرہ گروہ کے لوگ اسے کہہ رہے تھے کہ ان کا نہیں تھا کہ دنیا کا
فاسقین نہی ہیں پابند رہنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ وہ سرگروہ اور تباہی جو سب کو انسان کے لئے ہے۔ جو سب کو
کہنا تھا مگر اس کی طرف توجہ نہ کرتا تھا اور اپنے مفروضہ نہی اصول سے بھی اس نے غفلت اور سب پر ہوا اہل انجیل کا بھی
میں قریب بھی تھے جنہوں نے اپنی توجہ باطل نہی کی طرف سے پہیلی اہل جاہلیت کے اصول میں ایک اصول پر بھی تھا کہ
آسمان زمین اور ہر چیز کے درمیان میں ان کا خالق خدا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ خدا نے خالق و مانی
جو ایک اللہ ہے ان لوگوں نے وہ دریافت کر کے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے وہ سب کہیں گے خدا نے پیدا کیا ہے
"وَلَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ" اہل جاہلیت کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ خدا کی ذات اس سے منزه ہے جو اسکی
پلا کا جس کے مناسب نہیں ہے اور اس کے ناموں میں اللہ کا نام ہے لیکن اس میں انہوں نے یہ بات زندگی کی زندگی کی زندگی
تھی کہ قریش نے خدا کی ایک مثال میں قریشوں کو خدا نے اس امر کا ذریعہ قرار دیا ہے کہ جو اس سے معلوم نہ ہو وہ ان کے ذریعہ سے حل
کو لے جیسے پادشاہ جاسوسوں کے ذریعہ سے حالات معلوم کیا کرتے ہیں۔

آن کے اعتقاد میں یہ بھی تھا کہ پیدا ہونے سے پیشتر خدا نے خالق نے نام کو خدا کو سکھایا ہے جس ابصری فحشیت
عہ کا قول ہے کہ اہل جاہلیت اپنے فطریوں اور اشعار میں جینہ قدر کا ذکر کیا کرتے تھے غرض ہے کہ اس کو مولانا نے
ان کا یہی اعتقاد تھا کہ علم بالاسم ایک مقام میں ہے اور اس سے پہلے وحایت متحقق ہوتی ہے اور مقرب فرشتوں
اور رنگ آدمیوں کی مدد سے کسی طرح سے اپنا اثر کرتی رہتی ہے لیکن اس کی مدد سے ان کے خیال میں ایسی ہی حقیقتیں

ندیموں کی شفاعت کا اثر خدا تعالیٰ پر پڑتا ہے۔

ان کا یہی عقائد تھا کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو احکام کا پابند و مکلف کرتا ہے بعض چیزوں کو حلال کرتا ہے بعض کو حرام
اعمال کی جزا دیتا ہے۔ اچھے ہیں تو جزا بھی دیتی ہے برے کے اعمال میں توبہ بھی دیتی ہے۔
خدا سے تعالیٰ کے پاک فرشتے ہیں جو اس کی بادشاہت میں مقرب ہیں وہ اس کی بادشاہت میں بڑے مقرب رکھتے ہیں۔ خدا کے حکم سے
وہ اس دنیا کی تدابیر میں مستغرق رہتے ہیں اور احکام خدا کی تعمیل سے مستقل نہیں کرتے جو حکم انہیں ملتا ہے اس کی
تعمیل بہت سرگرمی سے کرتے ہیں لا یصرون فیہ ما امرہم و یطعون یا حکمہم وہ "وہ نہ کہہ کر دیتے ہیں نہ پہنچتے ہیں نہ نہیں
کرتے۔" یہ بیان ہے۔

یہ بھی عقیدہ تھا کہ کبھی نبی بھی ہوتا ہے اور فرشتے سے کسی کو کسی آدمی کو مخلوق کے لئے مہوٹ کیا کرتا ہے اس پر
وہ کیا ہے فرشتوں کو اس کے لئے فرشتے اس کی شفاعت لوگوں پر فرض کرتا ہے بنیائیں کی تعمیل اور وہاں پر یہی
تعمیل ہو کر رہتا ہے۔

۱۰۔ جلیلین فرشتوں کا شمار ہے ان میں کثرت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اس رضی اللہ عنہ سے مراد ہے
کہ اس سے اللہ علیہ السلام نے ان کو کثرت کی دو نعمتوں میں سے ایک بھی فرمائی ہے اس کا قول ہے۔

وَاللّٰهُ لَا یُعْطِیْ سِوَیْ مَا یَشَآءُ

یعنی آدمی کیل کر گرس اور شیر خرگس سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں حضور انور نے یہ شعر گوئی گن رہا ہے ہمارا کیا
کے بیچ کہا ہے اس کے بعد اسید کے یہ شعر ہے۔

وَاللّٰهُ قَاطِعٌ لِّاٰخِرَیْلَہٗ حَرَامٌ یَّهْبِیْہِمْ لَوْ نَہَیْنٰہُمْ

تاں قضاۃ لہم لانی رسلہا الامعذنبہ والاقبجد

یعنی آفتاب ات کے ختم ہونے کے بعد سورج اور کلابی رنگ نکلتا ہے اور اس کا طبع نرمی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ اس پر
عذاب کیا جاتا ہے اور اسے تازیانے پٹتے ہیں یعنی اپنے پروردگار کی قوت سے مخلوق رہتا ہے حضور انور نے اس شعر کو
نکال دیا کہ اہل جاہلیت کا یہی عقیدہ تھا کہ عرش کے آسمانے والے چار فرشتے ہیں ایک کی صورت آدمی کی سی ہے اور یہ
فرشتہ خدا کے حضور میں آدمیوں کی شفاعت کرتا رہتا ہے اور دوسرے فرشتے کی صورت تیل کی ہے اور یہ چاروں کا شفع ہے
نیرنگ گرس کی شکل ہے پر پرندوں کا شفع بنا ہوا ہے جو ہمارے کی شکل ہے اور اس کے متعلق درندوں کی شفاعت ہو سکتے
قریب ہی قریب شعر میں ہی آیا ہے شعر نے آج فرشتوں کا نام نہ لکھی رکھا ہے (دعویٰ) عالم شمال میں ان فرشتوں کی صورتیں
ایسی ہی ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ ساری فرشتوں میں ہیں شعیب لیکن وہ آفتاب کا حاضر سے اندازہ کرتے تھے اور عظمیٰ اور یحییٰ اسو
کہ اپنے مالوت خیالات سے غافل ملے گھسے تھے۔

زمانہ جاہلیت میں جو لوگ حکیم کہلاتے تھے ان میں مثلاً انس بن ساعدہ اور عبد بن عمر بن نفیل اور جہیز بن زکریا کے
عہد سے پیشتر تھے ان میں حکماء اور کامل لوگ عالم عقدا اور فرشتوں وغیرہ کے قائل تھے وہ تو حید کو شیک طریقہ سے مانتے

تھے زمین بن کر بن فیصل سے اپنے پرستہ عرض کرنا ہے

وانت دہلک الزام طرا لکینہ المایا والختوہ

یعنی تو پروردگار سب لوگوں کا بادشاہ ہے۔ اس پر سے ہی اختیار میں ہیں۔ اسی بفضل، شاعر کے اور دو اشعار بھی

ادبا واحد الماخذ رب ادب اذا تھموت اء مور

تکت اللات والعزى جیفا کذا غفر المصل الہ سدو

یعنی میں ایک پروردگار کو مانوں یا مہر کو جبکہ سوں کی تقسیم پر سب قولات و مزی سب پروردگار ہندھی ایسا ہی کیا کرتا ہے۔ حضور انور علیہ وسلم نے امتیہ بن صلت کے قی میں فرمایا اس نے شعر میں ایمان ہے لیکن اس کے دل میں ایمان نہیں ہے۔

یہ سب اتفاقات وہ سچے جو رشتہ میں چلے آتے تھے۔ بعض عقاید اہل کتاب سے بھی اخذ کر کے اپنے ماں دہنس کر لے گئے تھے۔ انہیں جو مئی معلوم تھا کہ انسان کا اصلی کمال یہی ہے کہ اپنے پروردگار کے حضور میں سرنگو ہو اور مہنایت کشش اور کشش سے خستہ عطاق و دھند کی پیش کی جائے۔ عبادت کے ادب میں سے ان کے اہل ایک طہارت بھی تھی اور غسل خواتن قنایک معمولی طریقہ تھا غنیمت اور تمام اوصاف و فضائل فطرت کا ہی ان کے اہل جو مئی اتہام تھا۔ وضو کا طریقہ بھی ان کے اہل جاری تھا۔ وہ نماز بھی پڑا کرتے تھے چنانچہ فرس ابن ساعدہ آبادی کی کہی نماز ہی نقصان دہ تھی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ طحہ انور کی خدمت میں حاضر ہوئے سے وصال پہلے سے نماز پڑھتے تھے۔ یہی اصل جو مئی اور یہودیوں کے نمازیں تھیں۔ افعال کی پابندی تھی خاص سجدہ بہت ضروری تھا اور ما و ذکر کسی کہ متعلق بعض مقولے بھی تھے۔ سی طرح زمانہ جاہلیت میں زکوٰۃ بھی تھی اسی زکوٰۃ میں عمان نواری اہل و عیال کا فقہ مساکین کو نہایت مرغی صلہ رحم ان عواذ میں ہم ردی اور امداد کرنا جو حق ہوں یہ سب زکوٰۃ میں داخل تھے اور ان کو بہت قابلِ تحریف خیال کیا جاتا تھا۔ وہ جب جانتے تھے کہ ان ہی اسوے انسان کا مال ہوتا ہے۔ حضرت زید بن جری السد نے حضور انور سے عرض کیا تھا اے خدا کا آپ کو پس مالہ و کعبہ کا آپ صلہ رحم اور عمان نواری کرتے ہیں۔ اہل و عیال کے تکفل میں۔ آسمانی عواذ پہلوگوں سے ہم یہی کہتے ہیں "فواللہ لا یخونک اعداۃک تعمل الرحمہ و تقویٰ لضعیفہ و تحلل لکل و یحب علی و ابیہما" اسی طرح ابن دغنیہ نے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ فجر سے غروب آفتاب تک ان میں روزہ بھی معمول تھا زمانہ جاہلیت میں قریش کا شہرہ کاروندہ رکھتے تھے۔ فجر میں وہ احتکاف بھی کیا کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں حضرت عمر ایک پوری شب بچھا نہیں بیٹھے تھے اور حضرت علیہ السلام سے اس میں استغنا کیا تھا۔ خاص ابن دھل نے نصرت کی تھی میری حوٹ سے اتنے غلام آزد و کئے جا تیں بیت اللہ کا حج کرنا شاعر اکبیدہ و رزق مہینوں کی تقسیم کرتی پر اسور تو ایسے ظاہر میں کہ ان میں کوئی شب ہو جی نہیں سکتا۔ وہ و خلیفہ و خلیفہ بھی پڑھتے تھے اور دعویٰ نکندہ کی رسم بھی ان کے اہل تھی ماں ان رسوں میں شرک کی باتیں شامل ہو چکی تھیں۔ زمین کرنا اور گرنے میں بر جہا انما بن کاروندہ رہا۔ وہ و جی کا کا نہیں گھونکتے تھے اور چہی سے سب جاگ نہیں کھڑے تھے۔

پیش منی کے لئے ان کے ہاں خواب اور گزشتہ اجنبی کی بنائیں۔ یہ امت سے امانت اور قہر کے ہیں۔ گنہگار کا اندر کرنا ان کے ہاں سچ تھا حضورؐ نے جب حضرت ابراہیمؑ اور خدیجہؑ کا اسلام کی تسویریں دیکھیں جن کے ہاتھوں نے تار کے تیرے تفرانے۔ خواب ہاتھ میں لکھا ہوا ہے۔ کے تیرے دل سے کبھی امانت نہیں کیا خدا جل جلالہ۔ بعد بے حساب مانا جی۔ ابراہیمؑ جو بدعت پرست تھے۔ کے طریقہ پر تاسخ قدم ہے یہاں تک کہ ان میں حضرت ابراہیمؑ کی کامیابی اس کی پیدائش کا نذرانہ ہے۔ امت سے اللہ علیہ السلام ہے۔ وہیں نبل سے۔

نامہ جاہلیت میں کھائے پئے لباس و دھوئے۔ یوں میں۔ مردوں کے دفن کرنے۔ نوح۔ طلاق۔ عدت۔ نامہ خدیجہ فروخت اور تمام معاملات کے نہایت حکم پر چلتے تھے۔ نئے جوان کی پابندی نہ کرتا تھا قابل ملاست سمجھا جاتا تھا۔ تمام مذہب کی باتیں بانیں۔ جو نہیں وہی وہی ان کے ہاں حرام تھیں۔ ظلم و تعدی کے لئے ان کے ہاں تعزیرات معین نہیں۔ قصاص ویت و رقما سے وہ منراہیت تھے اسی طرح نسا اور چوری کی سزائیں بھی معزیتیں ایرانی اور رومی سلطنتوں کے ذریعہ بیت سے نہری۔ احد دن کے علوم قدم ابراہیمؑ ان میں اضافہ ہو گئی تھیں۔ ساتھ ہی فتنی و جہر کی کثرت تھی انہیں بدلت ترین حالت میں پیدا ہوا تھا۔ غارتگی۔ لوٹ مار سے بڑے بڑے نظام تودہ جاتے تھے۔ زمانہ سلج اجداد بہت عام ہو گئے تھے۔ ہمارے دور کا کیا کہ باطل ترک کر دیتا اور ان روحانی فضائل کی طرف بہت گہرے کی جاتی تھی۔ جب تمام باتوں کی انتہا ہو گئی تو حضورؐ کا ماحول آپ نے تمام ان علمی امور میں غرض کیا جو ان میں موجود تھے ان میں سے جو حد ملت ابراہیمی کا تھا اس کو آپ نے چھوڑ رکھا اور اس کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہر عبادت کے طریقے معین فرمائے۔ اسباب و اوقات بشرط و احوال کان معینات و مفیدات۔ نہضت و عزیمت۔ اور قضا کے طریقے تفکیک کر دیے گئے۔ انہوں کو ضبط فرما کے ان کے ارکان و مشروط معین فرما دیے۔ گناہوں کی سزائیں اور کفارات مشروع کئے۔ ملت عینی کی اشاعت اور تمام مذاہب پر اس کو غالب کرنے کی نہایت کوشش کی ان کی تمام تحریفات اور تغیرات مذہبی کو مٹا دیا۔ اس ملاح کی ہدایت فرمائی تمام فاسد رسوم کا ستیاس کو باطل کر دی کہ ان میں باقی کیا حد نہیں میں اس بات کا بدھلتا ہے کہ وہ اصل کریم سے فرمایا ہے ہمیں آسان جہنی خوش کا مذہب لایا ہوا ہے۔ بدعت بالملک الصلحۃ الخبیثۃ البیضاء۔ یہ سمجھ سے یہ ہے کہ اس میں عبادت کی کبھی اختیار نہیں ہیں جیسی ہمہ جہل کے گھر کی تہیں بلکہ اس میں ہر ایک عذر کے لئے نہضت ہے۔ قوی اور عاجز۔ باکار اور بیکار۔ اس پر علمدہا مکرکتے ہیں اور مذہب سے مراد ابراہیمی ہے جس میں شیعہ و لکھنویہ نام کے بتائے ہیں اور شاعر شرک شائے جاتے ہیں تحریف اور فاسد میں باطل باطل کی جاتی ہیں اور بیضا سے مراد ہے اس کی عینیں اور وہ مقاصد جن پر اس مذہب کی بنیاد قائم کی ہے نہایت سہل ہے ہر شخص قابل اور سچے دل سے ان میں نظر کرے گا اسے کچھ باقی نہ رہے گا اور کوئی سلیم عقل اس سے معذرت میں کرے گا۔

احکام شرعی

جو کچھ انحضرتؐ سے پہلے حکم سے مروی ہے اور کتاب و حدیث میں مدون کیا گیا ہے اس کی دفعہ میں (اول)

وہ اس طرح کی حالت سے علاؤ کتب میں جو کہنے سے نکلے ورنہ اسے "ما انکلمہ الرسول فحدا و ہو" یعنی تم کو خدا نے نہ فرمایا ہے۔
 یہی خبر نہیں ہے اس کی قیاس کرنا ہے۔ نیک کرے اس سے بڑا تو۔ ان میں ایک حصہ علوم معاد اور عالم ملکوت
 کے کتب و کتابت کا ہے۔ یہ سب سچ ہے۔ وہی اگر ہے اس کی نصرت کے اہل کو ان میں کچھ قائل نہیں۔ انہیں ہر
 کتب و کتابت سے ایک حصہ میں مشمول اور مصلحتوں سے جو بلا تہید رکھی گئی ہیں۔ "ما کوئی وقت معین نہیں کیا گیا نہ اس کی
 حدیں بیان کی گئیں۔ سب سے پہلے اس کا بیان ہے یہ حصہ۔ نابینا بہت سی ہے۔ دوم وہ امور ہیں جن کو پہلے رسالت
 سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کی نسبت حضور انور کا ارشاد ہے، "انما ابشر اذ امرتکم بشئ من دینکم فخذوا بہ و اذا
 امرتکم بشئ من دین فانما ابشرکم بجمیعہ" یعنی میں تم سے کوئی نہ بھی امر بیان کروں گا
 تو اس کو اختیار کرو اور جو بات اپنی ہمارے سے کہوں پس میں ایک انسان ہوں یا حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم سے درخت خرما کے
 پتہ پر لگانے کے بارے میں فرمایا تھا۔ "انما ظننت ظنا ولا تاخر و فی باطن و لکن اذا حدثکم عن امرہ شینا فخذوا
 بہ فان لا تظن انہ علی خلافہ" یعنی میں نے صرف گمان کیا تھا مجھے سب بات کا مواخذہ کرو لیکن میں خدا کی جانب سے کوئی بات بیان کروں تو
 اسے اختیار کرو اس کے کریں نے خدا پر قیاس نہیں بولا ہے۔ اسی میں طلب کا حصہ ہے اور اسی کے متعلق حضور انور کا ارشاد ہے
 "گوشتانیت سیاہ چکی پر شانی کی سی سفیدی ہو اپنے پاس رکھا کرو۔ ان میں وہ امور بھی شامل ہیں جو پہلے اتنا قیاس کیا کرتے تھے
 اور جو مشن میں قائل نہیں فرماتے تھے۔ ان ہی میں وہ امور بھی ہیں جو آپ نے بسبیل تذکرہ بیان فرمائے تھے مثلاً لوگ کھجرات
 چیت کر رہے ہیں وہ آپ بھی کچھ فرمائے ملے حدیث ائمہ ذریعہ او حدیث خوافی قسم کی حدیثیں ہیں اور اس کو ہی زمین ثابت ہے
 بیان کیا ہے۔ چند آدمی ان کے پاس آئے اور کہا رسول مقبول کی کچھ حدیثیں بیان کیجئے حضرت نے فرمادے کہ میں حضور انور کے مکتبہ
 میں تہاجب ہی مائل ہوں۔ ان میں کچھ پہلے ہی تھے۔ اس کی کو لکھ کر لکھا تھا حضور انور کی کیفیت تھی کہ جب ہم دنیا کا ذکر
 کرتے تو ہم کھانا کھا رہے ہیں دنیا کا ذکر کرتے کرتے اور سب کچھ فراموش کر دیتے ہیں۔ آپ ہی فرماتے تھے کہ اگر کوئی کچھ نہ کہے
 ہو جائے پس کیا میں ان سب قسم کی حدیثوں کا تم سے ذکر کروں۔ ان میں وہ امور بھی شامل ہیں۔ ان میں حضور انور کے شانہ و شو
 و سحر میں ایک چیز ویں صحت تھی لیکن وہ امور اس کے لئے حتمی نہ تھے۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا ہے
 "میں مثل دلوں میں منہ ان کے چلنا اسے کیا علاقہ ہم اپنی یہ حالت انہیں دیکھا کرتے تھے زمین خدا نے آپ ہلال کر دیا
 ہے آپ کا قول یہ ہے "ما لنا و لہم کما انتا یا یہ قد احکمہ اللہ ان ہی امور ہیں آپ کے احکام پر فیصلہ ہیں۔ دلائل اور
 قسموں سے جیسا ثابت ہوتا تھا دیا ہی آپ فیصلہ کیا کرتے تھے۔ ایک حدیث حضرت علی سے حضور انور نے فرمایا تھا انشا اللہ
 بروی ما لا یراء العائب، یعنی جن چیزوں کو غائب شخص نہیں دیکھ سکتا ان کو وہ شخص دیکھتا ہے جو واقعہ پر موجود ہو۔

شریعت کا طریقہ اخذ

حضور انور سے شریعت دو طرح پر اخذ کی گئی ہے۔ اہل علم و عقل سے اس کو حاصل کیا اس میں حضور سے کہ ان اہل نبوی نقل کیے
 ہائیں وہ ہر چیز پر اپنی تفسیر و تفسیر کی نقل ہو کر آئی ہے۔ عجم قرآن مجید چند احادیث مثلاً "انکم صبا و ان سبکم لہ"

